

مدّاح ہومپوٹیکٹی

متاز مفتی

toobaa-elibrary.blogspot.com

مرچہ خالد سعید قریشی



رسائی آف ہومپوٹیکٹس پاکستان لاہور 54000

نام کتاب : خواجہ احمد فیضی ہندوستانی
مترجم : عالم سعید قریشی
طبع : لکھنؤ پر ۱۹۷۸ء (معاصرہ ۱۹۷۰ء)
مکان ناشر : گورنمنٹ سسٹم
سال ناشر : ۲۰۱۱ء
عنوان ناشر : عالم سعید قریشی
ناشر : عالم سعید قریشی
تعداد صفحات : ۳۰۰ صفحہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ



برائے علاج و مشورہ

ہومیوڈاکٹر محمد یوسف علی (راولپنڈی)

مڈاچ ہومیو پیشی
ممتاز مفتی

مرشحہ
خالد مسعود قریشی



سو سائٹی آف ہومیو پیشس پاکستان - لاہور 54000

toobaa-elibrary.blogspot.com

والد محترم
باباے ہومیو پتھری
ڈاکٹر محمد مسعود قریشی

کے

نام

تعارف

ممتاز مفتی 11 ستمبر 1905ء کو بخارا میں پیدا ہوئے اور 12 اکتوبر 1995ء کو انہوں نے اسلام آباد میں وفات پائی۔ اس سے صرف تین روز قبل اسلام آباد میں ان کی 90 ویں سالگرہ منانی گئی جس میں بڑی تعداد میں شاعروں، دانشوروں اور ادبی شخصیات نے شرکت کی۔ مرحوم کم و قل ستر سال تک افساوی ادب پر محفلی کرتے رہے۔ ممتاز مفتی کی تصنیفات میں آٹھ افساؤں کے مجموعے معاخِ حیات، علی پور کا ایلی اور الکھنگری، مختلف ادبی شخصیات سے ملاقاً توں کے احوال کے بارے میں، "شخصیتیں" کے عنوان سے چار مجموعے اور تین مفرغت نے شامل ہیں۔ تاہم خاصت اور اسلوب کے حوالے سے ان کی تصنیف "علی پور کا ایلی" نے ملک گیر شہرت حاصل کی۔ مرحوم نے جن کے بارے میں "بیک" کے عنوان سے فرنماہی لیکھا جو بے حد مقبول ہوا۔ ممتاز مفتی کا لکھا ہوا ذرا رامہ " نظام سق" کی مرتبہ سچی کیا جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے سائکلووں کی تعداد میں ریڈیو کے لیے فوجہ ڈرائیور سے اور دیگر پروگرام تحریر کیے۔ ممتاز مفتی کو ان کی ادبی خدمات پر 1986ء میں ستارہ احتیاز سے نواز آیا۔

مفتی صاحب ایک درویش صفت انسان تھے۔ انہوں نے قلندران شان سے زندگی بسر کی۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے ماں لکھتے۔ انہوں نے ہوسیہ بختی کے لیے بھی گرانقدر خدمات سر انجام دیں۔ عوام کو ہوسیہ بختی کے اصول علمی اور جسمانی صحت کے علاوہ ذاتی صحت کی حقیقت سے بہرہ اور روشناس کرنے کے لیے ان

کے مظاہن تسلیم کے ساتھ 1978ء سے لے کر 1995ء تک ماہنامہ ہوئی پڑھک
میگرین اور دیگر جو احمدی زمینت بنتے رہے جس سے ہوئی پڑھک اور جملہ علم و دست
مستند ہوتے رہے۔

ہوئی پڑھک سے ان کی دلچسپی بہت پڑانی تھی۔ آج سے پرسوں پلے جب
ان کی اہمیت پار ہو گئی اور ڈاکٹروں نے انہیں لاملاعن قرار دے کر گرفتاری کیا تو انہوں
نے ہوئی پڑھک سے رجوع کیا جس کے علاج سے ان کی اہمیت کی طور پر خفا یاب ہو گئیں
اور مفتی صاحب کے ہوئی پڑھک کی محبت کے اسی ہو گئے اور آنے والے پرسوں میں بقول
ان کے ہوئی پڑھک کے ڈھنڈو پری ہن گئے۔

ان مظاہن کی افادیت کے پیش ظفر مفتی صاحب کے تمام گلزاریز مظاہن کو
بیچ کر کے انہیں کتابی صورت میں طبع کرنے کا قصد کیا تو رانا حسیب احمد نے ہری
درخواست پر ”ماہنامہ ہوئی پڑھک میگرین“ کی ساقید فانکوں کو کھلا دیا اور مختلف مادو
سال کے دوران مفتی صاحب کے درخواست قلم کو خاتم کرنے میں ہری پروردہ فرمائی
جس کے لیے میں ان کا شکر گزار ہوں۔ میاں ریاض محمود ہیرے شکریہ کے مستحق ہیں
جنہوں نے کتاب کے متودہ کو از سرتو حرستیب دیا اس کی دوک پاک سفارتے اور
پروف رینگ کرنے میں ہری پروردہ کی مدد ہے۔ محبوب عالم سعید کرنے کتاب کی پروف
رینگ اور اس کی طباعت کے مختلف مرامل میں ہر ایام ٹھیٹا جس کے لیے میں ان کا
بھی ممنون ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ اس مختصر کتاب کے مدد جات کو ہوئی پڑھک
محالیں کے خالہ فہن ہوئی پڑھک کے شاکرین بھی دلچسپ پاکیں گے اور ان سے
رہنمائی حاصل کریں گے اور ہری اس کاوش کو نظر چیزیں دیکھیں گے۔

خادم ہوئی پڑھک
خالد سعید رئیس

-----o-----



ممتاز رئیس

1905 + 1995

فہرست مضمایں

- | | | |
|----|------|------------------------------------|
| 13 | - 1 | اُسمِ مظہم |
| 18 | - 2 | نازک مراجع بیانیں |
| 25 | - 3 | باست سے بات |
| 33 | - 4 | تی گورا خانی |
| 37 | - 5 | میرا کجا ہو گا؟ |
| 43 | - 6 | اکٹھاف |
| 50 | - 7 | میں شاؤں! |
| 56 | - 8 | غزت آپ دریافت کے نام |
| 60 | - 9 | ان آؤٹ |
| 64 | - 10 | ہومینیڈجمنی |
| 67 | - 11 | ہومینیڈجمنی کرو جیں ہومینیڈجمنی جو |
| 72 | - 12 | آن آپ |



صدر پاکستان "سٹارہ ایمیار" ایوارڈ عطا کر رہے تھے 1986ء

اسمِ اعظم

ہویج پتھی کا بید سب سے پہلے مجھ پر غلامِ محمد نے کھولا۔ یہ 1938ء کی
ہاتھ سے۔ نہ بیٹائے غلامِ محمد نے تو جوان سے کہا یہ اللہ کا نام نہیں لیا کرتے کیوں؟
تو جوان نے پوچھا۔

اللہ کا نام تواریخ و حمار سے زیادہ پر اثر ہے۔ غلامِ محمد بولا۔ کاث کے درکھدا
ہے رات کے پچھلے پیر اللہ کا نام تو بندوق کی گولی بن جاتا ہے۔ پھر تو جوان چلا گیا تو
میں نے غلامِ محمد سے پوچھا اللہ کا لفظ بندوق کی گولی کیسے بن جاتا ہے۔ صرف اللہ کا لفظ
یہ نہیں غلامِ محمد نے کہا۔ قرآن پاک کا ایک ایک لفظ خاص جادو اثر ہے۔ کسی لفظ کا
ورود کرو تو وہ لفظ اپنے طاری ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب (Materialise) میں مل لائیں
ہو کر تمہارے سامنے آ کرنا ہوتا ہے۔ مفتی سچنیں۔ پچھے بالے اللہ کا نام انسان کے جسم
کی کیمسٹری پر دیتا ہے۔ ذہن کی چکری گھما دیتا ہے۔ قلب کے چھینٹے اڑا دیتا ہے۔
غلامِ محمد عابد تھا۔ وہ ہر وقت اللہ کو اپنے کوٹ کے ہن ہول میں پھول کی

طرح جائے پھر تھا۔ وہ میر اس لیے دوست نہیں تھا کہ عابدِ حق اللہ کو کوئی میں اخلاقی
پھرنا تھا ان دونوں اللہ اور میں اخلاقی تھے۔ نہیں اللہ اخلاقی نہیں تھا وہ تمہریان تھا قدم قدم
پر بیٹھے سارا دن تھا۔ میں اخلاقی تھا۔ دن سے جانتا تھا شہزادت تھا۔

غلامِ محمد اس لیے میرا دوست تھا کہ وہ ستار بھاگتا تھا۔ اس کا ستار بھاگنے کا
ممتاز گلب تھا۔ ممتاز پر منصب کے لیے جائے نماز پر کفر اہونتا تو جائے نماز کے پہلو میں

- | | |
|-----|----------------------------|
| 81 | تجویل کرو ایک رہو روشن بتو |
| 87 | باؤ جم اب دو |
| 94 | ہویج پتھی کی چکار |
| 99 | ہویج پتھی اور قومی یک جاتی |
| 101 | ڈھنڈری |
| 107 | ہویج پتھی کی تباخہ داشتافت |
| 119 | میب فربت تھے |
| 126 | ہائیٹی لوگزے |
| 135 | سائنس ملٹیس |
| 147 | کتا ہر کا اندر کا |
| 163 | خطوط |

نمای هوسی و مخفی ممتاز مفتی 15

ہے اس پر اڑ کرتی ہے۔ تھرپر اٹھنیں کرتی اور دیکھی ملتی بھیجتے تو اس لیے اچھا لگتا ہے کہ تھرپر اندر سے بیرون چلا ہوا ہے۔ ایک مرد جس میں پیرار پر گیا۔ جا رکا اور ون غلام محمد کے گھر رہ گیا۔ پانچ بجے ون غافل معمول وہ بھرے گھر آگئی۔ کہنے کا کیا ہوا۔ میں نے کہا ہمارے ہوں۔ کہنے کا کیا ہے۔ میں نے کہا پوچھ کیا تھیں ہے۔ بھوک میں لگتی بیندھنیں آتی کام کرنے کوئی نہیں چاہتا۔ بچوں کو پڑھایا تھیں چاہا۔ اول اکثر اکھڑا ہے بے وجہ کوکھ کا ہوا ہے۔ بے نام کوکھ کتا ہے دکھ ہے پادر ہے۔ میں نے پوچھا کیا فرق ہے دوں دوں میں۔ بولا افراد فرق ہے۔ دکھ اسک مارتا ہے۔ بھری طرح دماغی بھر میں چلے ہے۔ میں نے کہا اسک مارتا ہے۔ بولا اگر کسی میں ایسا اسک مارنے والے اس کا الاپ کروں گا تھے پاس پیش کر کر تو بالکل تھیک ہو جائے گا۔ میں نے کہا غلام محمد بھرے پاں پیش کر کوئی خدا میلاراگ ہجا کر مجھے سکون ملے۔ کہنے کی ملتی تو نہیں چاہا آگ لگی ہوتا سے بجانے کے لیے اسراگ ہجا۔ آگ لگائے ختم وہ سب ہوتا کرو دو والا الاپ کرو۔ تمیں پڑتی ہوں تو ذکر مارتے والی سریں پیغمبر و مکرم ایسا کیوں ہے میں نے پوچھا۔ بولا مجھنیں پڑے یہ میرے اللہ کا نیا ہوا اصول ہے۔ اس نے کامات کو اسی اصول پر بنایا ہے۔ اسے قفقی PARADOX کہتے ہیں۔ تھر سے شریوپ اہانتہ بھر شرے سے یہ خیر پیدا ہوتا ہے۔ کفر سے ایمان پیدا ہوتا ہے دکھ اور سکھ دو جوچیں ہیں۔ ایک ہی چیز ہے اذیت اور لذت اور پر جا کر مل جاتی ہے۔ اذیت لذت ہن چلتی ہے۔ بکھنیں میں نے اسے نوکا تو مراد ہن خراب کر دیا۔ وہ جسما بولا۔ اسے خراب ہونے دیں یہ خراب ہو کر ہی تھیک ہو جائے گا۔ نان سنس (Non Sense) میں چالا یا بولا تو جا شکھلاتا ہے۔ میں نے اس کی بات کا جواب نہ دیا۔ بول۔ وہ جایا۔ جواب دے۔ کھینچا ہوں میں نے کہا۔ جا شکھلاتا ہے۔ کیک جو ہوتی ہے سب سے چھوٹا ہے۔ تھر پر کہا۔ اس سے کہا۔ اس سے کہا۔

ستار کو لیت۔ نماز پڑھ کر وہ ستار اٹھا لیتا اور اسے بجائے لگاتا۔ میں نے کہا غلام محمد نماز پڑھنے کے بعد لوگ دعا مانگتے ہیں وہ سکر کر جواب دیتا میں بھی تو دعا مانگتا ہوں۔ یہ مجھ سے بہتر طور پر دعا مانگ کرنی ہے۔ یعنی سکنی کرنے سے ترکی بے کس عاجزی سے دل کا دکھر دنستی ہے اور بھی رات کے وچھے پر ہر آڑ تو تمہیں نہادوں کی یہ کس طرح اس کا نام بھیت ہے کس متی میں اللہ کرنی ہے نہ جتی ہے دل مل جاتی ہے۔ ایک وحدنا محمد پیدا رہ پگی۔ میں اسے ملایو چھانغا مام محمد کیا بوا۔ بولا یکجھی بھیں یہ بی بی اس نے ستار کی طرف اشارہ کیا۔ یہ بی بی اپنے سے باہر لکھ گئی ہے۔ فرمتی پا آگئی ہے۔ نمرے نکل کر بھی بین گئی۔ اتنی چھانگر جھلانی کی تاریثوت گیا۔ میرا قلب بھی ساتھ دے رہا تھا۔ جنم، جنم، جنم رہا تھا۔ تاریخ نے نو تواریخ بھی دھک سے رہا۔ تاریخ گیا۔ میں نے کہا غلام محمد وہ اندر کو کہتا ہے تھے دل کا دودھ رہا ہے۔ غلام محمد نہ اپلا مخفی وہ اندر کو کیا پڑ کر دل کیا ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ گوشت کا اندر کراہ ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ پیاری جنم سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ اس کی بوجول ہے۔ پیاری تو رو رے پیدا ہوتی ہے جنم پر صرف نظاہر ہوتی ہے۔ مجھے تیری باشیں کچھ میں بھیں آئیں۔ میں نے کہا مجھے بھی بھکر بھیں آئیں۔ وہ بولا یہ باشیں میرا بھیں اللہ کی ہیں۔ دیکھی مخفی وہ بولا اول پر ایک بھلی ہوتی ہے ہم کھکھتے ہیں وہ بھلی ہے۔ وہ بھلی بھیں ہے وہ فیوز ہے۔ فیوز کیسا میں نے پوچھا۔ بولا ہو۔ جنم کرو جس سے جزو زتا ہے۔ جس روز وہ انکروں نے اس فیوز کو جان لیا کچھ لینا اس روز وہ کچھ جائیں گے کہ جیاری کیا ہے۔ محنت کیا ہے۔ میں نے غلام محمد سے کہا مسلسل نہ چھانٹ۔ مجھے یہ بتا تو پوچھا ہو جائے گا کیا۔ بولا ہو جاؤں گا۔ بالکل ہو جاؤں گا۔ کیس وہی سر جس نے توڑا ہے وہی جزو ہے۔ کیسے جزو دے گی۔ آج رات وہی چھانگر جھلانی کاں نوٹ جزو ہے۔ سارا کرہا اس جھانگر سے جائے گا۔ سارا کرہا چھانگر جائے گا۔ اس نوٹ جزو ہے۔ کیا پیدا ہوں کا علاج بھی کر سکتی ہے۔ بولا ہاں کرنی ہے جس کے دل میں ریسیور کا

بیرے دا کمیں باز و میں بلکہ اکارو رہا۔ اگلے روز بارہ دسمبر گیا۔ پھر اس میں شدید درد ہوئے لگا اور میں اگھر اگی۔ اتفاق سے بیمار اپنے دی مرام دین آگیا۔ اس نے مجھے دیکھا اور گھر اگی۔ کہنے لگا یہ کیا ہوا۔ میں نے کہا کہ معلوم نہیں باز و سوچتا جا رہا ہے۔ درد بڑھ جا رہا ہے بچھ اتفاق سے اس نے کمرے میں پڑا وادہ و خلص دیکھ لیا۔ بولا یہ ذکر بولتی بیان کیے آئی۔ میں نے کہا یہ بولنی نہیں بیرے تھا جاہل ہے۔ میں اسے چالا کر رہا ہوں سارا دن۔ یہ سن کر وہ چالا گیا۔ وہ ذکر بولنی علاش کرتا رہا۔ آثر سے بولنی مل گئی اس نے اس کے پتے اکٹھے کیے انہیں گھوٹ کر قوم میں بیان کیا اور بیرے باز و پر ہاندہ دیئے۔ رات بھر وہ بیان بندگی رہی۔ صبح بیمار باز و خلیک ہو گیا۔ میں نے رام دین سے پوچھا یہ کیسے تھیک ہوا۔ بولا وہ ذکر بولنی تھے تھے سارا دن اخٹا رہ کھا جس سے اس کا زبرد چڑھ گیا۔ پھر میں نے اس کے پتے پیش کر لائے تو تھیک ہو گیا۔ میں نے پوچھا یہ کیا تھیہ ہے کہ اسی بولنی کا زبرد چڑھا رہا اسی بولنی نے تھیک کر دیا۔ کہنے لگا اس پہاڑ پر سکھوں بولنا اگئی ہیں۔ ہر بولنی کا پانچ بھی ہے جس نے بولنیوں کے تھیک کو چان لیا اس نے وھری کے تھیک کو چان لیا اور جس نے وھری کے تھیک کو چان لیا اس نے شیاس کے تھیک کو چان لیا۔

ان دنوں بھی میں اتنی سوچ بوجھتی تھی کہ غلام ہمچکی باتوں کو کھلتا یا اس کے سارے نہروں کا تھیک جاتا۔ اگر میں ان دنوں غلام ہمچکی باتوں کو کھلتا یا تو مجھ پر بوجھتی کا بھیکل جاتا۔ ماصوبہت سے لوگ ایسے ہیں جو کھتے ہیں کہ ہوئی یہ تھی ایک طریقہ غلام ہے جو بھی کھلتا کا ایک ذریحہ ہے۔

میں ہوئی یہ تحقیقی صرف ایک طریقہ غلام ہی نہیں ہوئی یہ تحقیقی ایک اصول ہے ایک فلسفہ ہے غلام اقدار کا ایک تھیک راستہ ہے۔ تھیک کائنات کا ایک راستہ ہے خالق کائنات کو کھٹکے کیے ایک امامِ قلم ہے۔

----- ۰ -----

بڑا ہے۔ وہی ابتداء ہے وہی اختبا ہے۔ میں نے کہا تمام ہم بھی ٹھلکنڈ پڑھا یعنی یہ بتا کہ دکھ سے دکھ کا مالاچ کیوں ہوتا ہے۔ مجھے کیوں کا نہیں پڑھ دیوں کیوں کی یعنی سچھ سمت چاؤ کیوں نہ جائیں۔ چاؤ کے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ یہ دکھو کر کیا ہوتا ہے یہ دکھو کر کیوں ہوتا ہے۔ کیوں اللہ کتابے کا۔ اللہ کتابے لے لوگوں کیوں ہوتا ہے۔ کیا کائنات کا بندے کا۔ اللہ کتابے لے لوگوں کیوں ہوتا ہے۔ کوئی سی میں نے پوچھا۔ بولا حضور نے فرمایا۔ ”کہیں رو وہ میں پڑ جائے تو کہیں کو اچھی طرح دو وہ میں ڈیکر پیچک دے اور دو دہن پی لو۔“ دیکھا بات ہوئی میں نے پوچھا۔ بولا۔ ”کہیں کا ایک پر غلابت ہے زبرہ ہے دوسرا تیاق ہے۔“ میکی PARADOX ہے جو زبرہ ہے ساتھ تریاق گئی ہے۔“

مجھے ہر سال کا واد واقعہ یاد آگیا۔ یہ 1932ء کی بات ہے۔ ان دنوں کی توکری ملتی رہتی بھی کھارکوئی استاد بھی پر جاتا تو ایک عارضی آسامی نکل آئی اسے لے لیا۔ مجھنت LEAVE ARRANGEMENT کہتے تھے۔ ہر سال کا واد واقعہ یہ چند ماہ کے لیے ایک لیویر مجھنت میں گئی۔ مشرقی بخارا میں ہر سال ایک بہت خوبصورت پہاڑی مقام ہے۔ یہ علاقاً ہندو اکثرست کا مالاچا تھا۔ مسلمان خالی غال تھے جنہیں میں سے کہا جاتا تھا۔ ہر سال میں میں نے تھلکی بارام دین کو دیکھا تھا۔ وہ ایک مُسلاخا۔ سر پر بودی تھی جسم پر جلو تھا۔ گھر کے دروازے پر ہندی میں ادم کھا ہوا تھا۔ رسولی میں چکا تھا۔ گور کا ایپ پہتا ہوا تھا ہم جاں وہ مسلمان تھا۔

ہر سال ایک خوبصورت علاقاً تھا جو میں نے چند ماہ ہمچکی پھر کر گزار دیئے۔ ایک روز چلے چلے میں نے ایک عجیب پرواد بکھا۔ وہ ایک اونچا بامباٹھل تھا۔ صاف شفاف ہر آپر جو سیئے رہ بکھا جاوے اپنے ہو۔ اس کے پر چار ایک چے گے ہوئے تھے۔ مجھے سے بالکل شفاف و خلص۔ میں نے وہ خلص کاٹ لیا۔ اس کے پچے توکر پیچک دیئے اور اسے پاتھیں بنش کی طرح اٹھا کر سارا دن گھوٹا پھر تارا۔ اس کے

طب کو عام لوگ مانتے تھے جیکوں اور عطاروں کی دکانیں عام تھیں۔ ایلو ہجتی کو انگریزی دو کپٹے تھے اور صرف پڑھ لئے مانتے تھے ان دونوں کی ایلو ہجتی آن کی ایلو ہجتی سے قطی طور پر مختلف تھی۔ ان دونوں معاملے کے گھوڑے کی لگام ڈاکٹر کے ہاتھ میں تھیں۔ ڈاکٹر نے لکھا کر تھا۔ ایک طرف دوا کا نام لکھتا وہ سری یا نائب دوا کی مقدار لکھتا۔ کتنی بوندیں کتنی ریشیں ڈاکٹر کرتی تھیں۔ ڈاکٹر ہر مردو دوا کی خاصیت اور اڑ جاتا تھا۔ آج کل اس گھوڑے کی لگام دوا ساز ہار جس کے ہاتھ میں ہے۔ ہار جس نے اسے خوشی میں جلا کر رکھا تھا کتنی بھی بیرے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو جس طرح بارات میں گھر سوار ہوتا تو دلبہ ہے لیکن شہ بالا کو خوش بھی ہوتی ہے کہ ہم دونوں سواری سے آئے ہیں۔

ان دونوں ہمارے ہاتھے کا قریب ترین ڈاکٹر ملک راج تھا۔ وہ وزٹ کے درود پے لایا کرتا تھا۔ چالے دن کا وقت ہو بیرات کا اس کی فہرست تھی۔ اگر اس کے پونچھے سے پہلے مریض اشکوپیا را ہو چکا ہوتا یا آخری دنوں پر ہوتا تو ملک راج فیض قول کر کے سے افکار کر جاتا تھا۔

جھنگے یاد ہے 1920ء کی دہائی میں بیری والدہ کو بھلے کے وہیں وہریں تھے خانے میں جو بندہ ہیگی ڈاکٹر سے محفوظ رہنے کے لیے بنا لیا گیا تھا۔ سانپ کاٹ گیا۔ والدہ نے ایک لمبی چینی ماری اور گرچہ جی۔ لوگ پاگ اسے اخرا کروپر لائے۔ اور پونچھے جنکھے لاس فوت ہو چکی تھی۔ اس کا جسم نیلا پڑ گیا تھا اور بالا اڑکالا۔ سانپ جنم گلی کی تھا جیسے طوہرہ۔

ڈاکٹر ملک راج نے اسے دیکھا بولا اسے فوراً فون کر دو تھا اسے لکھا تھے بغیر وہ اس کا جسم ابھی پھٹ جائے گا۔ چھینتے اڑیں کے اور جس کے جسم پر چھینتے گا۔ ہم لکھ ہو گا۔ یہ کہ کردہ فسیں لے بغیر چلا گیا۔

اسے میں مجھے میں ایک مادری (پیپرا) آ گی۔ کوئی عنزین مادری کو پکڑ کر

نازک مزاں یا پہلوان

تو جوانی میں جب مجھے ہو جی ہجتی کا شورت تھا۔ جب میں نے ہو جی ہجتی کا نام بھی نہیں سنتا تھا۔ ایک محتول اور معزز صاحب نے بتایا کہ ہو جی ہجتی ایک ایسا طریق طلاق ہے جو بے حد ساس اور لطف اور دیبات پر مشتمل ہے۔ یہ دو دیبات اس قدر لطفی ہیں کہ خوشیوں کا دتوڑا ہے اڑ جو جاتی ہے۔ سکریٹ اور شراب میں دل پر یہ دو اڑپنیں کرتی۔ عیاش لوگوں پر بے اثر رہتی ہے۔ یہ داکھا کر اگر فتنی دیلات دل میں لائے جائیں تو بھی بے اثر ہو جاتی ہے۔

یہ سن کر میں بہت جیران ہوا۔ میں نے کہا جتاب والا اس قدر نازک مزاں دوا کا کیا فائدہ۔ دو اکتوبر پہلوان مزاں ہوتا چاہیے۔ تاکہ ہماری سے فلم ٹھوک کر لڑ سکے۔ اتنی تشدید مزاں ہو کہ ہماری اس کی ٹھیک دیکھی دم دا کر جمگ جائے اور اتنی ڈھیت ہو کہ پٹ جائے تو بھی گریباں نہ چھوڑے۔

یہاں دونوں کی بات ہے جب ہنگاب پر چار طریقے ہائے طلاق کا سکر دواں تھا۔ لوگ دو ایک، طب یو ہاتی، ایلو ہجتی اور گلنے اتھونے۔ لوگ دو ایوں میں فصل دیکھوادا۔ بھی شاہی تھا اور خون لکھنے کے لیے سیکھیاں بھی لکھنی تھیں۔ کچھ لکھا جاتا اور جو لکھیں بھی لکھوائی جاتی تھیں۔ لوگ دو ایوں کو بھی استعمال کرتے تھے جو جنہیں مانتا تھا وہ بھی استعمال کرتا تھا۔ چونکہ ملک کی بڑی بڑی صیاد دوا جو جنے کریں اور پھر لٹے کر پچھے پڑ جاتیں۔

میں تو بڑی و ایسا دو دویات ہوتی ہیں۔ اتنی ہزار مزاج کر کا پاس خوشبو رکھ دو تو دو
بے اثر ہو جاتی ہے۔ مریض جھوٹ بولے تو کہانی ہوتی ہوئی ہوئی دو اسی خوراک اڑ کرنا
چکوڑ دیتی ہے۔ وہ بتتے ہوئے بولے تو اتنی بڑی ہزار مزاج ہے دو اکیا ہے روح ہے
لکھاٹ ہے۔

اس دن سے میرے دل میں ہو یہ یقینی دو اکے لیے تھیر بیدا ہو گئی۔ سوچتا
ہے جس دوا کے ہاتھ میں لاٹھی نہیں وہ بھلا بیماری کے غذے کو کیے ہو گئے گی۔ حالانکہ
ان دنوں میں نے ہو یہ یقینی کا بخوبدی کیا تھا۔ ایک پہنچا سے اسی مریض کو تھیک کر دیا
تھا ہے اکثر جواب دے چکے تھے۔

صاحبوں میں ایک پڑھا کھانا مقلی آدمی ہوں جو بات میری بکھمیں نہ آئے
اس بات کو میں مانتا ہی نہیں۔ اس کے دو جو کوئی نہیں مانتا۔ میں ایک "چمنگ اٹھل"

ہوں اس لیے میرا بیان ہے کہ مانے کے لیے جانا ضروری ہے۔

معاف کچھ کا صرف میں نہیں آپ بھی پڑھے لکھے مقلی آدمی ہیں۔
آپ بھی جانتے بخیر نہیں مانتے حالانکہ اس دنیا میں صرف ایک فتحد چیز اسی ہیں
جو ہماری بکھمیں نہیں آتیں۔ تم یہ بھی دیکھتے کہ وہ ہمارے سامنے بار بار قوی پندرہ
ہوتی ہیں اور مطلوبہ تنائی پیدا کرتی ہیں لیکن چونکہ بھیکیں بکھمیں نہیں آتا کہ کیوں اور
کیسے مطلوبہ تنائی پیدا کرتی ہیں اس لیے ہم ان چیزوں یا اعلیٰ کے وجود سے یہ مکر
ہو جاتے ہیں۔

درامل یہ دیال کر مانے کے لیے جانا ضروری ہے مغرب کی سوچات
ہے۔ مشرق کے صوفیا اور دانشواریں کے برکس سوچتے ہیں یعنی مانے کے لیے جانا
ضروری نہیں ہے۔

آپ مغرب زدہ دانشوروں کے سامنے ہو یہ یقینی دو اکے لیے
مریضوں کو شفایاں دیں اور بھی مغرب زدہ ذہن نہیں مانے گا کہ ہو یہ یقینی دو اکے

ہمارے گھر لے آیا۔ مادری نے اماں کی حالت رکھی تو کافلوں پر با تحریر کھو دیئے۔ بولا
یا پس کی بات نہیں ہے۔ مہاراج اسے تو راجہ نہیں نے کافا ہے جو سانپوں کا راجا
ہے۔ اس کے پاس کوئی نہ بیٹھے چلے جاؤ۔ پھر فٹر کر گیا۔ خود سے بولا
گروہی مہاراج یہ جو ہاے یا آر بیا یا جو تو سہا کرے تو جو اکیل دیکھو۔ حق گیا
تو وہ شے ہاتھ لگائی جس کے لیے پیرے زندگی بھرتے ہیں۔ خواب دیکھتے ہیں۔

پھر وہ ہم سب سے خاطب ہو کر بولا اس دالان سے سب کل جاؤ۔ سب
کو نکال کر اس نے اندر سے کنڈی کا گاوی اور پچھلی کسی کسی ٹیپیاں نہیں جن میں
الوکی اور لیلیا ہم کی دو ایساں تھیں۔ دریک وہ متز پختار ہا۔ ہم سب باہر ہے ہوئے
بیٹھتے تھے۔ دوڑھائی گھنٹوں کے بعد اماں نے وہی بھی کامیاری جو اس نے تھے
خانے میں ماری تھی۔ مادری نے روزاہ کھل دیا۔ اندر اماں کا جسم ٹیک رنگ میں
ڈوبا ہوا اپنے احتیاکوں وہ سانس لے رہی تھی۔ اس کے بعد اماں سانحصال زندگی وہ
دو ایساں بھن کو مادری نے استعمال کیا تھا میری دوست میں لوک دو ایساں ہی تھیں۔

زندگی تو میں اپنی لوک دو ایساں پر شرسری گھوسیں گھیں کرتیں بلکہ فر کرتی
ہیں۔ آ کو پچھلی ٹیپی کی ایک لوک دوہا ہے۔ آپ چاہے مل کر لیں ہے تو لوک ہی نا۔
چمن نے اسے روایات کی گرداؤں دوہاری معاشری آج ساری دنیا کے لوگوں کی خدمت کر دیا ہے۔
ہو یہ یقینی کا نام میں نے قیام پاکستان سے پہلے ساختاً۔ میری بیدی کی پچھواني گل کی
تھی۔ ڈاکڑوں نے جواب دے دیا تھا۔ پھر لد جانے کے ہو یہ یقینی دو اکے ایک
پڑھا کرنے سے میری بیدی محنت مند ہو گئی۔ میں نے سچا یہ کسی دوہا ہے ایک پڑھاتے
گلے ہوئے جسم کو تھیک کر دیتی ہے۔ اس حد تک تھیک کر دیتی ہے کہ کچھ پیدا کرنے کے
قابل بنا دیتی ہے۔

مجھے ایک بزرگ نے بتایا کہ یہ ہو یہ یقینی ہے میں نے کہا جناب ہو یہ یقینی

وہ اس حقیقت سے واقع نہیں ہوتے کہ بات کہر دن اور بات ہے۔ بات پہنچا دینا اور بات۔

رسے ہوئے پیٹھک پڑے تو ان میں پیشتر مفہامیں اس تو ہجت کے ہوتے ہیں کہ رسمیں، حقیقی ہوں تو کیا کھاؤ۔ منہ میں چھالے پڑے ہوں تو کون ہی وہ اکھاؤ۔ مضمون کا اندازایے ہوتا ہے جیسے ان کی باتیں کتابی ہوں۔

کوئی مصطفیٰ مشاہدات کے رنگ میں نہیں لکھتا جاتا بورک صاحب نے بھی کتابی انداز رپا ہوا ہے صرف بخش مشاہدات کے رنگ لکھتا ہے۔

بہر صورت مجھے کہا ہوں نے ایک بات تائی کہ سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ الجلو پیٹھک دو کے اڑات زائل کرو۔ اس طریقی کا میں بھی ہر ماسٹر کا مشاہدہ الگ ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ الجلو پیٹھک دو ایک دو ایک کا اڑا زائل کرنے کے لیے تجوہ کھاؤ۔ کوئی کہتا ہے پسلنا کھاؤ۔ کوئی کہتا ہے کہ مرک کا رکھاؤ۔

اللہ اک بالا کرے پڑے نہیں وہ کون تھا۔ آتے ہی بولا وہ صاحب یہ کیا کر رہے ہیں آپ کہر دو ماہ بعد دو ایکاں خریدتے ہیں۔ میں نے صرف ایک بار دو ایکاں خریدی تھیں۔ شیشی میں سے جتنی دو استعمال کے لیے فکالت ہوں اُنکی اسی ڈائیکن شیشی میں دال جاؤں اور لیکن چاؤ کو دو اکاٹشمیں کھیتی ہوتا۔

میں نے اس نیک آدمی کی بات کو آزم کر دیکھا۔ وہ بالکل جی کہتا تھا۔ واقعی دو کے اڑتیں فرق پیدا نہ ہوا۔ ارے میں جست میں چالا یا۔ یہ دو آپ جیات پڑے ہوئے ہے۔ نازک مراجی کا سوال تپڑا ہی نہیں ہوتا۔ بہر جمال الجلو پیٹھک دو ایکوں کا اڑا زائل کرنے کے لیے میں کوئی نہ کوئی دو استعمال کرتا ہا۔

پھر ایک دن مجھے ڈائکر زادبھی ملے آیا۔ ڈائکر زادبھی ایک ایک بی بی ایس ڈائکر جو اسلام آباد کے کپٹیں، بہتال میں کام کرتے ہے جو شاعر بھی ہے اور انسان لگاڑ بھی میرا دوست بھی ہے۔ زادبھی کے والد عمر ص 20 سال سے ملکا میں

بکش ہے۔ وہ یہ ملک دیس گے کہ اول تو "الب" میں دو کا تجوہ یہ کہ تو چہ چنانچہ ہے کہ خوارک میں دو کا غصہ ہے جی نہیں وہ کہتے ہیں ایسی خوارک کو ہم دو کیسے مانیں۔ پھر یہ بھی کچھیں نہیں آتا کہ یہ دو کیوں کرشنا نخشتی ہے جنم پر کیسے ٹراند اڑا ہوئی ہے؟ ہمارے داشی درآمد کھانے کے قائم نہیں دو کرشنا نخشتی پر مجود ہیں۔ ڈاکٹر میشوں سے نیت کے ڈاکٹور سر کرتے ہیں۔ دو کجھے ہیں کہ جس طرع میشین کام کرتی ہے اسی طرح انسانی جسم بھی کام کرتا ہے۔ میشین خراب ہو جائے تو پہلے یہ بھتنا ضروری ہوتا ہے کہ کون سا پروگرام نہیں کر رہا۔ انسان بخار پڑ جائے تو پہلے یہ جانا ضروری ہے کہ کون سا عضو خراب ہے اس لیے ڈاکٹر سر لازم ہے تاکہ اس عضو کا علاج کیا جائے۔ وہ بیٹھ کا علاج نہیں کرتے مرض کا علاج کرتے ہیں۔ لیکن یہ ہے کہ اس کے باہر جو دو پڑے طریقی علاج کو سا نکلف سمجھتے ہیں۔ اور صاحبو ایک اور میرے کی بات ہے کہ الجلو پیٹھکی کی ہر کتاب اس بدل سے شروع ہوتی ہے کہ تم آج تک پوری طرع نہیں کچھ کے کی انسانی جسم کس طرع کام کرتا ہے۔

پھر 1975ء میں جب میں نے ہوئی وہ تحقیقی کام طالع شروع کیا تو سب سے پہلے میرے دل میں یہ چیز پیدا ہوا کہ دیکھوں کہ ہوئی وہ تحقیک دو ایکاں اوقی اس قدر نازک میزان ہے کہ خوشبو کو سا بارہ نہیں سمجھتے۔ دو چوب میں روکھو تو پھا ہو جو ہر کھودتی ہے سکریٹ پیو تو جا بک کے سامنے اپنے ڈنڈ زاپ کر دیتی ہے۔

میں بے حد مایوس ہوا۔ کتابوں میں ہوئی دو ایکی نازک مراجی کا ذکر ہے۔ ملا مصنفوں نے یہ جانشی کی کوشش نہیں کی کہ مبتدی طالب علم کیا کیا جانا چاہتا ہے۔ کتابوں میں کسی بات کے بارے میں جانا چاہو تو یہ اگلے بے میسے سو کے گھاس کے گھٹے میں سے ہر ایک علاش کر رہے ہوں۔

بڑے کتاب لکھتے ہیں تو بڑی بڑی باتیں لکھتے ہیں انہیں خیال ہی نہیں آتا کہ کیا مبتدی ان باتوں کو مجھے کہے گا۔ چھوٹے لکھتے ہیں تو ان کے پاس علم نہیں ہوتا اور

بات سے بات

ہوئی پتھری کا ایک تو میں 1945ء سے دیکھتا آیا ہوں ہے دیکھ کر ہر بار
چراں ہوا کہ واد کیا ستم ہے واد واد کی اور پھر اپنے روزمرہ کے مولات میں کھو کیا۔
اگلی مرتبہ بیمار پر اتو چھار لیڈ پتھری کا دروازہ جا ٹکھنا یا۔ پڑھتے تھے۔
آپ کہن گے کہ کیسے مکن ہے کہ ہوئی پتھری کا ایک اڑ دیکھو اور اسے اپناؤ
نہیں۔ پیٹک آپ حق کہتے ہیں کہن آپ حقی بات کرتے ہیں وہ جو ہمیں کرنا
چاہے۔ کاش کر ہم وہ کرنے کے عادی ہوتے جو ہمیں کرنا چاہیے وہ اور بات ہے جو
ہم کرتے ہیں وہ اور بات ہے صاحب چان لو کہ آپ میں اور ہم سب اتنے صراط
ستقیمی نہیں کہ سیدھا راست دیکھ کر فوراً اسے اپنائیں۔ ہوتا ہے کہ ہم سیدھا راست
دیکھتے ہیں حاضر ہوتے ہیں واد کیا سیدھا راستہ ہے اور پھر اپنے نیزے نیزے
راستے پر خداں خداں جل پڑتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ مجھے پوچھیں میں تو
صرف جانتا ہوں کہ ایسا ہوتا ہے۔

میں نے زندگی بھر بیوں مرتبہ ہوئی پتھری کے مالا مال دیکھے واد واد کی اور
ایک پتھری کا دروازہ ٹکھنا تھا۔

کیست کا قائم سخن میں ہذا محتول نظر آتا ہے کہ بس چان لیتے کی دیر ہے
جب چان لیا تو پھر انسان خود بکوڈ مان لیتا ہے۔ بہر حال میں وہ انسان جیسی ہوں
جو چان لے تو جھٹ مان بھی جاتا ہے۔ شاید آپ بھی نہیں یعنی آپ مانیں گے نہیں۔

ہوئی پتھری کیٹک چلا رہے ہیں۔ ذاکر زادبی ہوئی پتھری سے پردے طور پر واقف
ہے اور اسے مانا گی ہے۔

برنیل تذکرہ میں نے زادبی سے کہا کہ چنگی میں اپنی ہائی پتھر کھارا ہوں
لہذا ہوئی پتھر دو انہیں کھا سکتا۔ وہ چالا مخفی ہی کیا؟ کیا آپ بھی اس غلط فہمی کا
ٹکارا ہیں۔ مخفی صاحب آپ نے ہوئی پتھر دو کو سمجھا کیا ہے۔ جناب والا میں
اور میرے والد پندرہ سال مریضوں کو اٹھوئے تھک اور ہوئی پتھر دو انہیں سامنہ ساتھ
کھلاتے رہے ہیں۔ ہوئی پتھر دو اٹھی کے پہلوان کے مصداق ہے دس مرتبہ مٹی
کے پہلوان کو کاٹ پھر بھی وہ خود بکوڈ کھڑا ہو چکے گا۔

میں نے ذاکر زادبی کی بات کو آزمایا۔ سو فتحی لگی۔ صاحبوں میں اس
موضع پر اس لیے لکھدا ہوں آپ جو مجھ سے کہیں زیادہ پر کھجے ہیں آپ رہنمائی
کریں کاس موضع پر آپ کے خیالات اور مشاہدہ کیا ہے۔

سچتا تھا کہ وہ کھتتا ہے حالانکہ کھتا وہ بھی نہ تھا۔ اب بھی نہیں کھتا۔ بچا رکیا کرے۔ ذاکری کا دھندا بھی اپنا پڑتا ہے۔ مریض کو مطمین بھی تو کہنا پڑتا ہے۔ کیے کہے کہ میں نہیں کھتا۔

صاحبو آپ ہو چوں ہیں۔ علاج کرنے کے لیے آپ کو بیماری کی نویت کو سمجھتے ہی ضرورت نہیں۔ سُمُّ وَ حَيْثَ اور وادی اللہ خیر سلا۔ الجل پیچے کو داد میں سے پہلے بیماری کو سمجھتے کہ اپنے رچانا پڑتا ہے۔ میشوں کا سارا الجل پڑتا ہے۔ شیشوں کا بکر چانا پڑتا ہے پھر بھی بات سمجھ میں نہ آتے تو تمہل لفظوں کا سارا الجل پڑتا ہے۔ یہ بھل الفاظ جو آج کل رانی ہیں۔ مریض کی عقل پر پر وہ ذات کے لیے اخراج کے لئے تھے گراں خود ذاکریوں کی عقل پر پر وہ ذاتے ہوئے ہیں۔ یہ ایسا لرجا اور لفظوں۔ آج کل ستر قصیدہ لفظوں کو ارتقی اور لرجی کو خلیفہ کر کر مطمین کر دیا جاتا ہے اور حرست کی بات ہے کہ پڑھنے کے بعد حارلوں مطمین ہو جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس کو ارتقی اور لرجی کو سمجھتے ہیں اور وہ گولیاں کھاتے جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ علاج ہو رہا ہے۔

بہر حال میں بھی گیارہ سال ارتقی کی گولیاں کھائے گی اور سمجھتا رہا کہ علاج ہو رہا ہے۔ پھر ایک دن ایسا ہوا کہ 100 طاقت کی اتنی ہسٹیک کوئی بھی بے اثر ہو گئی۔ مجھے شدید دردے پڑتے لگے۔ سارا خون سرکی جانب رسی کرنے لگا۔ ہوش و خواس دھنڈلاتے لگے۔

میرا بیان اکیلیکی ایک محتول آدمی ہے بھتائیں عقل سے بیزار ہوں اتنا ہی وہ عقل کا قائل ہے جب مجھے بخت وار دردے پڑتے گئے تو عکسی نے ٹکرم دیا کہ بابی کی ذرا سی طبیعت بھی خراب ہوتا ہے فوراً ہپتال لے جاؤ۔ جوں میں تھے میں ایک بار ہپتال پہنچنے والے بات سمجھنے کووار گز ری۔

میں لا اہور پیچا بانوقد اور ارشاق ایچ کو پاس بھاکر ان سے پہ درا جیل

آپ مہر فرد جو ہوئے۔ آپ سر را چلائے ایک حسین خاتون کو دیکھتے ہیں پوچھتے ہیں۔ وہ کیا خوب لیں۔ آپ اس کے پیچے پیچھے نہیں چلے بلکہ اپنے گمراہ کا راست لیتے ہیں جہاں آپ کی عام صورت والی بیکم رہتی ہے لیکن ایک دن ایسا آتا ہے کہ آپ سر را ہیک خاتون کو دیکھتے ہیں اور اس کے پیچے پیچے ٹھلپڑتے ہیں حالانکہ وہ اتنی حسین بھی نہیں ہوتی۔ یہ انسان کی فطرت کے لیے جب بیدی ہیں جنمیں میں نہیں بھسکا شاید آپ بھی نہیں کھکھ سکے۔

میں نے بارہ مختصر مہر علیٰ وجہی کے جلوے دیکھ لیں اس کے پیچے ٹھلپڑ کا خیال نہ آیا۔ پھر ایک معمولی بات پر اس کے پیچے پیچے ہل پڑا۔ یہ قسم بھی خاصا حیران کرنے ہے۔

ہوا یہ کہ مجھے ارتقی ہو گئی۔ من سوچ جاتا جسم پر دانتے دلوں میں خارش گیا رہ سال ارتقی رہی۔ گیارہ سال گولیاں کھاتا رہ۔ پہلے دو طاقت کی پھر آہست آہست سو طاقت تک پہنچا لیتیں جائے۔ میں ایک اچھا خاص محتول آدمی ہوں لیکن یہ بات میری کوئی بھی میں نہ آتی کہ کیسا علاج ہے کہ کوئی کھاؤ اور اتھے ہو جاؤ پھر کوئی کھاؤ پھر افغان ہو جاؤ۔ اک میری ہی بات نہیں۔ آج کل پڑھنے لکھنے لوگ کبھارلوں گولیاں کھائے چاہیے ہیں اور بکھر رہے کہ وہ مرض کا علاج کرو دار ہے ہیں۔ اُنہیں خیال نہیں آتا کہ یہ کیسا علاج ہے جو مرض کو خلایا نہیں دتا بلکہ دبائے کھاتا ہے تا اندر ہی اندر پھٹلے پھولے اور پھر کسی دن بڑے روگ کی صورت میں باہر نکلے۔ ذاکریوں نے پار بار مجھے تیکا کر مجھے ارتقی ہے حالانکہ میں زندگی میں زندگی برلنیات کا طالب علم رہا ہوں لیکن مجھے ارتقی کا مطلب کبھی میں نہ آیا۔ ذاکریوں سے پوچھتا رہا کہ جناب یہ کیسی بیماری ہے تھے آپ ارتقی کہتے ہیں۔

پوچھو گھوک کے بعد پہ چلا کہ ذاکریوں کو خلایا نہیں پہنچا کر ارتقی کی بیماری ہے۔ بھج میں اور ذاکری میں صرف یہ فرق تھا کہ میں جاتا تھا کہ میں ارتقی کوئی نہیں کھلتا۔ ذاکر

دوسری مشین ان کے بیان کے مطابق کسی طبقی جو دو ایسا بھتی تھی۔
کل و صورت میں وہ طبقی طور پر کمی و بڑی ایسا لکھا تھا یہ اون مرچ رکھنے کی الاری ہو۔
واکٹ نے مجھے چار دو ایسا دیں۔ ایک تھی لائگو و سری کار بیوں تھی اور باقی دو
مجھے یاد نہیں۔

میں نے پہلی سے دو ایسا کیا۔

ایک میں کے بعد دھنگی تھے اس ہوا۔ ارے مجھے دو نہیں پڑا۔ پہنچا
نہیں گیا۔ پھر بھی مجھے یہ اس سے ہوا کہ دو ایسوں کا اڑھے تین میں کے بعد فتنہ
بیٹھے: خدا نے مجھے شدت سے احساس ہوا کہ دو نہیں پڑا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ
ہو یہ دو ایسوں نے بیماری کی کل پہل دی تھی۔ الری کی جگاب گیس کی تکفیش روئے
ہوئی تھی۔

میں حی ان ہوا کہ یہ کیسے ہوا۔ الری گیس میں کیسے بدلتی۔ یہ کیا سلم
ہے جو بیماری کی کل بدلتا ہے۔ میں نے لاہور ڈاکٹر خالد سعید کو فون کیا۔ سعید
ہو یہ پوچھ سئو کو کہا کہ مجھے ہو یہ پوچھ کی کتابیں لے چکے دیں کتابیں آگئیں۔
پور کیں۔ کیا۔

کتابیں دیکھیں یا اللہ یہ کیا سالم ہے جو دو ایسوں کی تاثیر کے سوا کوئی باتی
نہیں کرتا۔ اس علم کا سرازور مذہبی ذہنیتے ذہنیتے میں گے۔ آجیں کی بات ہے۔
صاحب یہ علم ہے ہو یہ پتھر کہتے ہیں۔ راستہ خاٹ کو تم کا علم ہے۔ گور کو دہناء ہے۔
سندر میں بہتا ہکھا ہے اور طالب کو دہنے سے پچتا ہے۔

یوں کچھ لے چکے کہ ناقلوں میانچ ہے پہلے سکر مسکرا کر الجھاتی ہے پھر جب
جان ما کر قرب حاصل کر لے تو کوچھ تھاں کر من پھر لے چکے۔

تو جاتا دلا ہیں کوائف بیری ہو یہ ڈھنگی سے شناسائی اور اس کے مشق
میں سرشار ہونے کے۔

کی۔ میں نے کہا یہ دہنے بہت جلد میں گزر جاتے والا ہوں۔ مجھے مرنے کا فہم نہیں چکنک
وقت آیا ہوا ہے اور میں اسکیں کھڑا ہوں۔ ہاں مجھے یہ ذرہ ہے کہ میں پہنچاں میں
مرول کا اور میں پہنچاں میں بلکہ گھر میں مرنا چاہتا ہوں لہذا میری مدد کرو۔ کوئی
اسکی تقدیر لڑاؤ کر میں گھر پر مرول۔

وہ دو لوگوں سوچتے رہے۔ سوچتے رہے۔ پھر بولے ایک شرط ہے میں نے
پچھا کیا۔ بولے جو یہ کہیں اس کے مطابق عمل کرنا ہو گا۔ میں نے کہا مختنور۔ پھر
اشناق احمد مجھے ہو یہ پتھر کے پاس لے گے۔

حیرت اس بات کی ہے کہ وہ مجھے ہو یہ پتھر کے پاس کیوں لے گئے۔ وہ
دو لوگوں ہو یہ ڈھنگی کے قائل نہیں۔ جب بھی نہ تھا اپنے بھی نہیں۔ ہو یہ ڈھنگی کی بات
کرو تو وہ بڑی دلچسپی سے سنتے ہیں۔ کوئی ہو یہ پتھر دوادو تو کھالیتے ہیں۔ کبھی بھی
واہ واہ بھی کہہ دیتے ہیں لیکن جب بھی کوئی اتفاق ہوتا ہے میں ایک ڈھنگی کا دروازہ
پاکھلاتا ہے۔ وہ مجھے ہو یہ پتھر کے پاس کیوں لے گے۔ یہ بات میں آج یہ
نہیں سمجھا اور صاحبو مجھے شک ہے کہ یہ بات خدا غافل احمد بھی نہیں کہے کہ اس روز وہ
مجھے ہو یہ پتھر کے پاس کیوں لے گئے۔ زندگی میں کچھ باتیں کی جاتی ہیں۔ کچھ
باتیں کی نہیں جاتیں بلکہ ہو جاتی ہیں۔ تو یہ بات کچھ لوک کو ہو گی۔ جس ہو یہ پتھر کے
پاس دو مجھے لے گے اس کا نام عالیہ ڈاکٹر احمد خان تھا وہ ایک بیکھر کے ڈاکٹر تھے اور
ہو یہ ڈھنگی شو قی طور پر کرتے تھے۔ ان کا بیکھر گرفتگی بیٹھ تھی۔ گرفتار دوں شر کے
گھروں جیسا تھا کرے میں دو بے دھبی مشینیں پڑی تھیں۔

انہوں نے مجھے ایک مشین کے سامنے کھرا کر دیا اور میری آنکھیں دیکھنے
لگے۔ میں نے سوچا کیا مسماٹ لگا ہے۔ خدا جنم میں ہے دکھ کر رہا ہے آنکھ۔
مجھے دو معانی ہو ہو دیپی رگا تھا اور دو لوگوں مشینیں مجھے داری کے پیچے

لیکن خبر ہے شاید آپ سمجھیں کے کہ یہاں بات ختم ہو گئی نہیں، ختم نہیں ہوئی اتنا یہاں سے بات شروع ہوئی ہے۔
جسے اجازت دیجئے کہ میں آپ سے ایک سوال کروں ازدواج کرم اے
گستاخی پر معمول نہ کریں۔ بے شک میری کوئی حیثیت نہیں ہے کہ میں آپ سے
معزز فردا سے یہ سوال کروں۔ پھر بھی میں بڑے احترام سے پہنچنے پر مجھوں ہوں کہ
کیا آپ نے ہو جیئے وچھی کو پانچار کھا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ آپ کو علم ہو جیئے وچھی پر غور
حاصل ہے۔ ہو جیئے وچھی کے راز آپ کی انگلیوں پر موجود ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ آپ
ہو جیئے وچھی کی پہنچ میں وضیع تحریر رکھتے ہیں۔ مریض آپ کے ہاتھ سے شفاقتی
ہیں۔ ان سب باتوں کے ماننے کے باوجود میں آپ سے پہنچتا ہوں کیا آپ نے
ہو جیئے وچھی کو پانچار کھائے؟

درصل ہو جیئے وچھی علم ہی نہیں بلکہ ایک روپی بھی ہے۔ میں اسلام کے مطابق
اسلام ایک ضابطہ ہی نہیں ایک روپی بھی ہے۔ ہمارے عالم روپیے کی باتیں کرتے
صرف نالیٹیکر رکھتے ہیں۔ صوفیان اعلیٰ کی رست نہیں لگاتے روپیے میں
بھیکریکر رکھتے ہیں۔ ہمنکی آرکین علم کا ذہن نہیں ہلتی۔ روپیے کا تین کرنے کی
کوشش میں گلی رکھتی ہے۔

ہمنکی آرکین جنید و مظلوم۔ علم اور قلم کے ہنجوں میں گمراہ اور انسانے اس
کو ایک اتنی بڑی حقیقت کا ہمید عطا کر دیا۔ جھوارے کے ہاتھ پا ڈاؤں پھول گئے۔ بلکہ
پھلکے الفاظ میں اپنا مدعا بیان نہ کر سکا اس لیے وہ یہی کی پارے طور پر دشاخت نہ
ہوئی۔

مثال کے طور پر میری بات لیجئے۔ ایک بزرگ کی محبت کی وجہ سے میں نے
اس حقیقت کو کہ لیا کہ اس کائنات میں صرف اللہ کی حقیقت فحال ہے۔ میں نے جانا کر
وہ قادر مظلوم ہے جو چاہے سو کرے۔

ان بزرگ کی کرم نوازی کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں سمجھتے تھا کہ راشی رضا ہو گیا
ہوں۔ یہاں تک کہ تھاں میں بیٹھنے ہوئے اکثر میرے منز سے یہ جملہ بے اختیار ہے۔
ہے ”جو اللہ کرے۔“

لیکن جب وہ پکھ کرتا ہے تو میں چکتا ہوں امرے یہ کیا کر دیا تو نہ۔ یہ
بات میں نے کب چاہی تھی بات کرنے سے پہلے کچھ سوچ تو لایا کہ۔ مانا کہ تو قادر
مطلق ہے لیکن کچھ میرا خیال بھی کیا اکر کر میں تیار نہ ہوں جو تیرجی رضا کو مقدم سمجھتا
ہوں۔ پھر بھی تمیرا خیال نہیں رکھتا۔ وادہ کیا اللہ ہے؟

اس کی وجہ سرف یہ ہے کہ میں نے اللہ کو قادر مطلق صرف جانا ہے مانا
نہیں۔ اک میری ہی بات نہیں ہم سب نے اسے جانا ضرور سے مانا نہیں ہے۔ ورنہ
اگر ہم سورہ فاتحہ کے ایک جملے کوہ سے مان میں کہ تھوڑی پر بھروسہ کرتے ہیں اور
تو ہمیں سے مدعا لگتے ہیں تو ساری ملکیتیں ہیں ہو جائیں۔

ایسے ہی ہم سب نے ہو جیئے وچھی کو جانا ہے مانا نہیں۔ پانچا نہیں ہم خود میں
ہو جو دریہ پیدا نہیں کر سکتے۔

پھر ایک اور بات ہے میں گزشتہ 25 سال سے کھوڑ چلا تا ہوں۔ 1960ء
میں اتفاق سے اس انگلی کو پہ میں آگیا جو درادخانہ تالباہی میں نے سائکل چلانا چھوڑ
کر سکوڑ خریدیا۔ اس کے بعد میرا بیٹا اور بیٹیاں سب کار انگلی کو پہ میں آگئے۔ انہوں
نے مجھے سے کہا بہا اب چھوڑو اس سکوڑ بہاری کو کھر میں جو دو کاریں ہیں کار چلانا سیکھ
لے۔ بدستی سے میں ۱٪ بر خوردار حجم کا پاپ واقع ہوا ہوں۔ میں نے گاڑی چلا
سیکھنا شروع کر دیا۔ سیکھنے کے بعد جب میں نے دوچار مرتبہ گاڑی کو سمجھے میں دے
مارا تو میں نے گاڑی چلانے تو تپ کری اور پھر سے کھوڑ چلا تھا۔ میرا بیٹی کی برا
سمحدار ہے ملکل یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ بگھدار ہے۔
ایک روز عکسی نے مجھ سے کہا ”ایسا آپ گاڑی اس لیے نہیں چلا سکتے کہ آپ“

سکوڑ چلانے کو نہیں بھولتے۔“

صاحبہ میں بڑی نمائست سے اقبال جرم کرتا ہوں کہ میں ہو میجر و دیے کو اس لیے نہیں اپنا کا کہ میں الجلو پتھک رویے سے اپنے ذہن کو پا کے نہیں کر سکا الہام میں نے بڑی چالا کی سے ایڈی پتھک رویے کے اوپر ہو میج کی شکر کو تھک کرالی ہے اور اب میں موچنے پر مرد کر فیریہ انہاڑ سے اعلان کردا ہوں کہ میں ہو میج پتھک ہوں۔ صاحبو آپ کی بات ہے ذرا دل کے اندر وی پر دے میں جماں کھوچ پے دل سے دیکھو کیا آپ بھی تو ایسا نہیں کر رہے۔ کیا آپ کی ہو میج پتھک بھی ہو گر کو تھک تو نہیں؟

-----o-----

گزشت کی ایک ماہ سے ہو میج پتھک بیکریں تھیں "ہماری گوہر افشاںیاں" کے عنوان کے تحت مظہار میں کا ایک سلسلہ دیکھ رہا ہوں۔ ان مظہار میں نے جو تاثر مجھ پر چھوڑا ہے اس کو قلمبند کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

جناب والالہ نہ تو ہو میج پتھک ہوں۔ نہ اس علم کے تھنک کچھ سوچ جو جو رکھتا ہوں۔ میں آپ کے پرچے کا ایک قاری ہوں۔ ساتھی ازاد افلاق میں ایک ادیب بھی ہوں۔ میرے دل میں ہو میج پتھکی کے لیے بہت احترام ہے۔ میری خواہش کے کسی طوراً لوگوں کو ہو میج پتھکی سے غفلت کا احساس دلاؤں۔

لیکن چائے میرے دل میں جناب پروفسر محمد اسلام جاد، جناب محمد شمس مکملووی اور جناب ڈاکٹر محمد عاصی کا ایک سا احترام موجود ہے اس لیے کہیں حضرات کا ہو میج پتھکی سے قطع بھی ہے۔

نگئے جرأت ہوتی ہے کہ آپ مجھے ڈاکٹر صاحبان بحث میں اپنا وقت شائع کر رہے ہیں۔

کیا آپ اس خوش بھی میں جتنا ہیں کہ بحث لوگوں کو ایک درسرے سے قریب لاتی ہے۔ بحث دیباشت تو تم ادیبوں کا من بھاتا مشغل ہے لہذا ہم بحث کے کوئک سے پورے طور پر واقع ہیں۔ خلاصہ کیا بات یہ ہے کہ بحث نے آن تک کی کاش تو کچھ بیگرا ہے۔ نہیں سوارا ہے البتہ بحث ایک نہایت اعلیٰ خوش و قیمتی ہے

بڑھ لے کے آپ کے پاس وقت وافر ہو۔

تھا رے پاس وافر وقت ہوتا ہے لہذا شرکے ادبی اٹی اور کافی پاوس ہمارے بحث مباحثے سے گوئی رہے ہیں۔

بحث کی درسی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اگر آپ اپنی انا کا صحیحنا چھکانے کا شوق رکھتے ہیں تو یہ میں مشتعل کا جواب نہیں۔ اپنی "میں" کی پیشواد پہنچ اور باقتوں کی ندرت سے ڈوبے کا دل ہو لینے کی کوشش فرمائیے۔

لیکن یہ مشتعل تو تم ادیپون کا ہے۔ ہم ادیپ جب تک "میں" کا راون استوار نہ کریں ہماری باتیں نہیں اور یہ راون صرف باقتوں کے زور پر قائم ہوتا ہے۔ لیکن آپ ادیپ نہیں۔ آپ تو ڈاکٹر ہیں۔ آپ کے پاس اس عیاشی کے لیے وقت ہے نہ آپ اپنی انا کی ذاتی پیش کئے ہیں۔

از راہ کرم ایسی بھی دیکھنے کا آپ کس عنوان کے تحت لکھ رہے ہیں "ہماری گوہرا خطا نامی" جرت ہے کہ آپ کو عنوان کی کاٹ کا احساس نہیں ہوتا۔

میری عمر 73 سال کی ہے، میرا تحریر ہاتا ہے کہ معانی بننے کے لیے لازم ہے کہ آپ میں بھر جو۔ دنیا میں سائنسدان اور معامل صرف دفرا دو ایسے ہیں جنہیں تمہیں کی مہیت و دععت کا احساس ہوتا ہے۔

سائنسدانوں کی آپ بتیوں سے ظاہر ہے کہ سائنسدان "الف" دریافت کرنے کے لیے کمرے ہاہر لکھتا ہے اور برسوں کی تجھ ود کے بعد "ب" گوریافت کر کے گروٹ آتا ہے۔ معانی بڑی سوچ پردار کے بعد یہکا بھاشیت مریض میں داخل کرتا ہے اور پھر جدت میں کوچاتا ہے کہ بالتفہیت اخاذ ادیوب کیسے مار گریا۔ معانی کی زندگی جو توں کی زندگی ہے اور جدت صرف اسے نصیب ہوتی ہے جو ٹھیک ہو۔ پیچ کی طرح حصوم ہو۔ یہ عالم جدت پر بیوہ کرتا ہے۔ جس غرض کو خلا اور اس کی کاماتوں سے تعلق ہوگا۔ اس میں بھر بیوہ اہو گا ہے انسان کی فضیلت (حُسْن) ڈہن اور

روج) سے تعلق ہوگا اس میں عظیم اثر تحریر بیدا ہوگا۔ کیونکہ میں آپ ہے کہ تن اعظم گورناتا عظیم معاشر۔

لیکن آپ کن باقتوں میں الگ ہے میٹھے ہیں۔ بحث مباحثہ میں ادا کا صحیحنا چھکانے میں فرض کیجئے بحث کے بغیر گزارہ نہیں تو جتاب بحث میں کوئی روشنی پیدا کیجئے۔ بات ایسے انداز سے کہیے جس میں کم ہوں گی زیادہ ہو چاہا مرکر دیا جائے۔

آپ کی بحث سے تھی کی پچار لکھ رہی ہے۔ اگر کسی صاحب نے کچھ کہ دیا ہے تو آپ لکھ لگتے ہیں تو اس پر چھارت کا فلاٹی ہا کس توں چڑھ لے اور پھر بات ایسے انداز میں تو نہ کیجئے جو چالا چلا کر کہے۔ "ویکھا ہم نے کیسی بات کی ہے۔"

"دیکھا ہم لکھنا کچھ جانے نہیں۔"

یہ دو دیہم ادیپوں کو جانتا ہے آپ کوئی نہیں۔

یہ دو دیہم پیچھا کا اکروں کو جانتا ہے۔

ہو ہیو چھک تکندروں کوئی نہیں۔

آپ اتنی دیر سے ہو ہیو چھی سے تعلق رہے ہیں۔ کیا آپ کو یہ شور نہیں ہوا کہ قلندری سلطنت ہے۔

بڑے سائنسدان پیٹ کے پیچے کے بارے میں کہتے ہیں Brother Thou art a miracle - Thou art a miracle کے بارے میں جب بھی سوچتا ہوں جس سے دل سے آوارگتی ہے کہ اسے میں جب بھی سوچتا ہوں کہ ہو ہیو چھک روئے کی Discovery کے بعد سائنس دنوں نے فوری طور پر Anti matter کو کیوں نہ کھجا۔ اتنے سال کیوں گتوادیے ہیں۔ ہائمن اور کارل مارکس دو بڑے آدمی ایک دوسری میں بیدا ہوئے تھے۔ میں نے ایک بڑگ سے پوچھا کہ دونوں کی عکالت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے بولے کارل مارکس تو ہائمن کے

میرا کیا ہوگا؟

چھٹے شہر میں آپ نے پاکستان ہوئے پیش میں بکل ایسی ایش
لاہور کے استادیاں صوبائی وزیر سنت جناب سید افضل علی شاہ کی تقریر کا متن شائع
کیا ہے۔ آپ کے قحط سے میں تقریر کے بارے میں جناب سید افضل علی شاہ کی
خدمت میں پڑا حرام معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

بہتر ہو گا کہ بات کرنے سے پہلے میں وزیر سنت سے اپنا تعارف کر دوں۔
عالیٰ چاہ میں ہوئے پیچے نہیں ہوں۔ ہوئے پتھری کے طقوں میں کسی حیثیت کا
ماں کے نہیں ہوں۔ کسی ایکش میں امیدوار بننے کا رادہ بھی نہیں رکھتا۔ صرف ہوئے پتھری
کا طالب علم اور رہا ہوں۔

اس کے علاوہ میں بیساکی آدمی نہیں ہوں۔ کسی پارٹی سے متعلق بھی نہیں رکھتا۔
ایک محبت ملن پا کرتی ہوں۔ ہر پاکستانی حکومت کو اپنی حکومت سمجھتا ہوں۔ حکومت کا
خیر خواہ ہوں اور اس کے لیے دعا گو بھی۔ حکومت کے ہر عہدیدار کی عزت کرتا ہوں اور
اس کے بیان پر بھروسہ کرتا ہوں۔ میں اس بیان کے مبارے میں رہا ہوں حکومت
بیرونی اس واحد پناہ گاہ پاکستان کے استحکام اور تحفظ کے لیے کوشش ہے اور اس کی
کوششیں خلوصی پہنچیں ہیں۔

عالیٰ چاہ میرے بھیے لوگ پاکستان میں بہت زیادہ ہیں۔ آپ کے
اندازے سے بھی زیادہ ہیں۔ بیان کیتھیں میں ہیں۔ یہ بیساکی شورا شوری

درکاچہ ہر اتحاد اس نے دنیا کی لگاہ مادہ کی طرف منعطف کی تھی ہامن نے وادے کی لئی
کی۔

مارکس نے انتشار پیدا کیا جواب آخري دیلوں پر ہے مستقبل ہامن کا ہے۔
آپ کہن گے بھی دبیل کو چھوڑ کر ضعیف الاعتدادی کی طرف کیوں لاڑک
گئے لیکن آپ نہیں کہ سکتے ہوئے پتھری کو دبیل سے تعقیل نہیں روح سے ہے۔

آخرین درخواست کروں گا کہ بیکی وقت جو آپ دبیل اور بیکث میں شائع
کر رہے ہیں اگر آپ ہوئے پتھری کی تحریری Projection میں صرف کری تو کیا ہی
اچھا ہو۔ یہ پر جنگ ان طقوں میں ہو جنہیں Opinion makers کہتے ہیں۔

ہوئے پیشک طقوں میں نہیں ہم چھڑاک لکھتے والوں نے فیصلہ کیا ہے کہ ادبی طقوں
میں مضمائن کا ایک سلسہ چالا جائے۔ سیریز کا عنوان ہو "میں ہوئے پتھری سے کیے
ہتھاڑ ہو" ان مضمائن میں دبیل نہ ہو صرف تاثر ہو۔ ہمارا تجھ پر ہے کہ دبیل ایک
دروازے سے داخل ہوتی ہے۔ تاثر دوسرے دروازے سے باہر نکل جاتا ہے۔ اگر
دبیل اہم ہوتی تو ادب کو علم پر فویقت نہ ہوتی۔ دبیل وہیں سے متعلق ہے۔ ادب دل
سے متعلق اور ہوئے پتھری روح سے ہم چھڑاک ادیبوں نے اس عنوان کے تحت لکھ کا
فیصلہ کیا ہے۔ خلاصہ ملکی نونقدی پر احمد بیگر قدرت اللہ شہاب "خشا یاد" سودھ ملتی
عزم نہ ملک؛ اکٹھی بوب عالم قرنسی اور اکثر ذوالقتار بائیں اشتھانی خلیل اور میں۔

آپ سب کی خدمت میں درخواست ہے کہ آئیے اس کام میں شویت
فرمائیے۔

-----○-----

میں مانتا ہوں کہ کچھ اتفیریں اسی بھی ہوتی ہیں جو خلوص بھرے چند بات ہے جنی ہوتی ہیں لیکن رکی اتفیریں اور بیانات تعداد میں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ ان کی وجہ سے میرے ایسے قاری کا بھروسہ سک کر دیا گواہ چاہتا ہے۔
عالیٰ جاہ درا صفحے اگر انہی حکومت کے ایکاروں کے بیانات پر میرا بھروسہ رہے گا تو بھروسہ کیا ہے گا۔ میں تو خالیں مغلیں ہو کر رہا ہوں گا۔

یہ تو اپنی پوزیشن واضح کرنے کے لیے ایک ضروری تحقیقی۔
سید افضل اللہ شاہ اپنی اتفیری میں فرماتے ہیں کہ ”تمارے ہاں یونائیٹڈ اپنی تمام خوبیوں اور بیہاں کے لوگوں کے مراں سے گھبری مطابقت رکھتے کے باوجود یہ پچھے ملی گئی اور ایلو ڈھنی نے اپنا مقام پیدا کر لیا۔“

عالیٰ جاہ الجیلی تحقیقی نے اپنا مقام پیدا کیا۔ بگزیر اسے اپنی لکڑ کر بیہاں لایا اور آپ نے اسے تخت پر نٹھا کر اس کے سر برائج رکھ دیا سے میلس میلس میلس بدل بدل دیا۔
دواز کپنیوں نے اسے منا لی ہاں لیا۔ ذاکروں کے ہاتھ سے تمام تر چیزوں کی طرف اور یوں پر طریق مطاعج بگ بڑ کے ہاتھ میں چلا گیا۔

بگ بڑیں بہت بڑی عالی طاقت ہے جس کے سامنے حکومتیں بھی عاجز ہیں پہنچیں۔ ہماری ایک گزری حکومت نے اس بگ بڑیں ریکٹ کے لیے کی کوشش کی تھی اور ایلو ڈھنک ادویات کے فنا فنا ناموں کو روک کر کے ادویات کو اعلیٰ منی جائز کام دے دیئے تھے۔ اس کل میں پیش ادویات کے بھاٹے پر بخوبت گئے۔
میک اپ جل گئے۔ حکومت انھوں کے اور یہ بات واضح ہو کر سامنے آگئی کہ ایلو ڈھنی ادویات میں کس قدر قلاش ہے لیکن اس جسارت پر ہماری حکومت کو بہت مار کھانی پڑی تھی۔ عالیٰ جاہ اگر کوئی کتابی دانشواری بات کہتا تو اور بات ہوتی۔

لیکن آپ..... جو حکام کے نامہ ہیں۔ دیہات میں یعنی والے گوام کی زندگی سے والے اتفاق ہیں اور جانتے ہیں کہ پاکستان کے دیہات میں آج بھی لوگ طلب اور لوگ

جو آپ چاروں طرف دیکھ رہے ہیں اس سے دعویٰ کا نہ کھایے۔ یہ ”شورہ شوریے“ آئے میں نہک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بے نہک ذات دار میں وہ مقدار میں بہت کم ہوتا ہے۔ یہ ہماری بدھنی ہے کہ ہر حکومت نہک کی طرف توجہ دیتی ہے۔ آئے جیسوں کو کوئی نہک بچتا۔

عالیٰ جاہ میرا آپ سے صرف ایک مطالبہ ہے کہ جس طرح میں آپ کے مہدے کی عزت کرتا ہوں۔ اسی طرح آپ بھی اپنے مہدے کی عزت کریں اپنے مقام کی عزت کا احسان رکھیں اور بیان دیجے وقت بات کا خیال رکھیں کہ آپ کے مہدے اسی بات نہ لٹکے جو آپ کے مہدے کے وقار کے شایان شان نہ ہو اور میرے بھیے قاری پر پاٹھربت نہ کرے کہ آپ کی بات صرف مذہبی ایں محسانہ نہیں۔ یا آپ ہاتھ مال رہے ہیں تاکہ اس احتدا کو پھیل س نہ لگ جو ہمیرے دل میں آپ کے لیے قائم ہے۔

آن کل رکی اتفیریں اور بیانات کا روانج جمل لٹکا ہے رکی اتفیری وہ ہوتی ہے جس میں افلاطی افلاطی ہوں بات نہ ہو۔ بات ہو گئی تو اسی جس پر نہ کہنے والے کا ایمان ہوئے نہیں والے پیش ثابت اثرات مرتب ہوں۔

میں مانتا ہوں کہ ہمارے وزراء بھوپال ہیں انہیں دن میں کی اتفیریں بھکلنے پڑتی ہیں لہذا جو انہیں ہو توں پر گزارہ کرنا پڑتا ہے۔ بھری بھی ہے کہ مصروفینوں کی زیادتی کی وجہ سے ان کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ اپنی اتفیری خود سوچیں اور لکھیں لہذا اتفیریں اور بیانات اور شرافت سے لکھوائی جاتی ہیں جو موقع اور مناسبت کے مطابق رکی اتفیریں لکھنے میں مہارت رکھتے ہیں۔

ان رکی اتفیریوں اور بیانات کو پڑھ کر مجھے ایسے قاری کہتے ہیں کہ اتفیریں اور بیانات صرف کہنے کی باتیں ہیں کہنی کی بھیں۔ دکھانے کے واثت مخفی ہاں مٹوں۔ یہاڑی حکومت کے ”آج“ پر بہت بر الژڑا تھا۔

دوسراں سے اپنی بحث کی خلافت کرتے ہیں۔ آپ کے منہ سے اسکی بات نہیں بھی۔ آپ کو علم ہے کہ طب گیا نہیں۔ اسے دعکادے کر لالا گیا۔ اسے معاف کیجئے آپ کا اپنے الفاظ خاکہ کر رہے ہیں کہ آپ کا اپنے دل میں طب اور لوك داؤں کی عزت آج بھی قائم ہے ورنہ آپ یہ دیکھتے کہ "طب اپنی تمام خوبیوں اور خواہ کے مذاق سے مطابقت رکھتے کے باوجود....."

طب کی زبردی (خصوصاً شہروں میں) کی وجہ سے حکومت نے اسے سنبھالنی پڑی۔ پیرین انچ سے گرم کردیا اور تم اتر تو جانلو یونیورسٹی پر بخادر کر دی۔ عالی جاہ بہت ہی چیزیں ایسکی میں جو پیرین انچ کی معماج ہیں اگر کافی آڑن کھیلوں اور علم دنکاریوں کو بادشاہ نواب راجہ مہاراجہ اور بخوش پیرین انچ نے دیتیں تو شاید آج ان کا نام و نشان نہ تھا۔ آج بھی آپ کی حکومت بہت ہی چیزوں کو پر لیکھن دے رہی ہے۔ عالی جاہ اس پر لکھن اور پیرین انچ کو "میساکیاں" کہتے ہوئے آپ اچھی چیزیں لکھتے۔

اگر وزارت صحت آج ہو ہی یونیورسٹی کا نام لینا گوارہ کر دیتے تو پسند رملکت کی کرم فرمائی ہے انہوں نے بارہا اپنی تقریروں میں کہا کہ ہو ہی یونیورسٹی کا طریق ملاج ہمارے ملک کے لیے بہت موزوں ہے۔

عالی جاہ آپ ہمارے وزیر صحت ہیں وزیر جانلو یونیورسٹی ہیں۔ مناسب ہو گا کہ آپ ہو ہی یونیورسٹی سے بھی تھوڑی ای واقعیت حاصل کر لیں۔ کتابیں پڑھنے کی چدائی ضرورت نہیں دیا۔ ایک دن کے لیے کسی ہو ہی یونیورسٹی کے مطب میں بیٹھنے اور دیکھنے کو وہاں کیسے مریض آتے ہیں۔ آپ کو علم ہو گا کہ شہر سے اسی فیصد مریض ایسے ہوتے ہیں جو جانلو یونیورسٹی اور دیگر ایجادوں کے سلسل استعمال سے روپی یونیورسٹی کا بیکار ہوتے ہیں۔ پوچھ مریض ایسے ہوتے ہیں جو آپریشن کرنے کے بعد اس کے بدراشت کی وجہ سے اپنی صحت کو چکر ہوتے ہیں۔ ان مریضوں میں تقریباً اس فیصد یا تو ۳۰٪ کم ہوتے ہیں یا

امم بی بی ایس کے طلاق اور بآہیتال کا عمل۔ یہ لوگ صرف اس لیے مجھرا ہو ہی چھتے کے پاس آتے ہیں کہ انہیں علم ہے کہ الجذبیتی ایک ایرینی سلم ہے۔ افادہ سلم۔ جس کے پاس زیادہ ترقائق و دوایاں ہیں کور CURE کی دو انہیں مکمل شفا کے امکانات نہیں اپنی تقریر میں آپ فرماتے ہیں۔ آپ اپنے طریق ملاج کو لوگوں کے سامنے لایے۔ عوام کو زواد اڑازاں۔ گھر سے زندگی سانکلنڈٹک سے پاک طریق ملاج کی اشہد ضرورت ہے۔" ظاہر ہے کہ آپ کو علم ہے کہ ہو ہی یونیورسٹی میں یہ تمام خوبیاں موجود ہیں۔ عالی جاہ ہم اسے میدان میں نہیں لاسکتے۔ اس ٹھیکن میں ہم آپ کے مقام ہیں۔ اگر آپ کو اس بات پر لینکن ہے تو آپ اسے میدان میں لائیے۔ سیانے کہتے ہیں جس کی طرف گھر والے کی تجوہ ہو گئی وہی سہا کن ہو گی۔

آپ کی وزارت ایک سال سے رہا اخراج میں یہ اشہار دے رہی ہے کہ پھنس کو خانقاہی بیکے گلواہیے۔ ان سے کہیے اگر ایک اشہار یہ بھی دے دیا جائے کہ ہو ہی یونیورسٹی میں اس بامراض کی خانقاہی دوائیں موجود ہیں اور ہو ہی یونیورسٹی کی ہر درود بیکے کے برابر ہے چونکہ وہ مددے میں نہیں جاتی بلکہ سیدی خون میں جاتی ہے۔

عالی جاہ بہت کرم فرمائی کی آپ نے کہ جانلو ڈاکٹریکو ہریت میں ہو ہی چھتے استثنی ڈاکٹریکو ٹھنڈا یا پچاس ہزاروں میں ایک کو اخدا ہے۔ وہ جو ہمارے کارے گا۔ اس کی کامیں کامیں کون نہ ہے گا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ وزارت کو یہ سمجھایا جائے کہ وہ وزارت الجذبیتی جنم بلکہ وزارت صحت عامہ ہے۔

جب تاں ہو ہی یونیورسٹی کو ہپتاں کو کی ضرورت نہیں ڈاکٹریوں کی ضرورت نہیں۔ صرف عوام سے روشناس کرنے کی ضرورت ہے اگر ہو ہی یونیورسٹی ایک ایک سو روپے کی ادویات کا پانچا کروڑ روپاں کے دیہات میں پڑھ جائیں تو کبھی کیا تیجہ آئے گا۔ پچھلے دوں میلیوں نے ایک بڑے کام کی تجویز پیش کی تھی کہ سفر لکی بات چھوڑ ڈاٹ ایک ادویہ الجذبیتی اور ہو ہی یونیورسٹی سے ایسکی دوایاں جن لی جائیں جو ہیں

شفادیتی ہیں۔ ان ادویات کے استعمال کے حلقے ایک فخری ٹریننگ دے کر
معا lavoro کو ملک میں پھیلا دیا جائے لیکن عالی جاہ محنت عادی بات پر کون غور کرتا
ہے؟ وزارتِ اورات کرنے کے لیے یہی خدمت کے لیے نہیں۔

-----o-----

انکشاف

ایکسوسیس صدی کے طریق علاج کی آمد آمد

سائنس و ان منہ میں انقلی ڈالے بیٹھے ہیں کہ یہ کیا ہوا۔ یہ بات تو انہوں نے
پھر کیے ہو گئی۔ کسی کا حقیقتی نہیں چاہتا کہ اسے مانے لیں اس سے رد ہی تو نہیں کیا جاسکا جن
سائنس و انہوں نے ایب میں تحریر کیا وہ قابلِ اعتماد ہیں۔ جن حالات کے تحت تحریر کیا
گیا ان میں کوئی قلم نہیں ہے اور تحریر کے کوہ پار پار وہ رہا گیا ہے اگر مان لیا جائے تو
سائنس کے بہت سے شعبوں میں زوال آ جائے گا۔ بنیادی اصول بدلت جائیں گے اور
ہومیوپٹی... جس کے پارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ غیر سائنسی علم ہے اور ہومیوپٹیک
دواستے لیب میں بار بار نیت کرنے کے بعد بھی خاتم نہیں ہوتا تھا کہ اس میں دوا کا
خفیف سے خفیف عصر موجود ہے۔ وہ ہومیوپٹی سائنسی بنیادوں پر استوار رہو جائے گی
اور اس حقیقت کو دنیا سے سائنس میں حل کر لیا جائے گا۔ اس خوشخبری کے لیے ہم
خالد سورقریشی مدیر ہومیوپٹیک سینکڑن لاہور کے معنوں احسان ہیں۔

خالد صاحب نے تحریر 88ء کے شمارے میں اس بحث کی تفصیلات شائع کی
ہیں۔ یہ تحریر نوٹ کے اخبار گوب ایڈیشن میں 30 جون کو جمعی ہے ہومیوپٹی کے
پستار لوئی کلن نے جگہ جگہ تحریر کیا۔ یہ تراکٹ مضمون کی صورت میں ہے ہے ملکی
مترجم نے قلم بند کیا ہے۔ عنوان ہے ”انکشاف نے دنیا کے سائنس و انہوں کو
تجسس اور پریشانی میں جتنا کر دیا۔“

کا شور کہاں سے کہاں پہنچا دیا کہ پانی میں مادہ کی روح چدہ ب کر لینے کی قوت موجود ہے۔ سائنس و انگلی بڑی صورت مغلوق ہیں کہتے ہیں ہم صرف اس حقیقت کو مانیں گے جس کا لیب میں تحریر کیا جاسکتا ہے اگر اللہ نوئیست ثوب میں ڈال کر اس کا تحریر کیا جاسکتا ہے تو تم اسے مان لیں گے نہیں تو اسے مٹرو شے کے سوا کچھ نہیں کھجھے۔ ہر حال اس اکشاف کا ایک اثر ہو گا کہ ہو یہ یقینی کو ایوان سائنس میں طلاقی کریں پر بھائیں گے اس کی دھار بندی ہو گی۔ ہر ابتدے گا اور سخت بی بی سے قانونی طور پر نکاح پڑھا دیا جائے گا۔

گزشتہ چار سال سے جو چاروں طرف سے آوازیں آری ٹھیک کر ہو یہ یقینی ایکسوسیں صدی کا طریقی علاج ہے ہو یہ یقینی مستقل کا طریقی علاج ہے ہو یہ یقینی انسان کی روح پر اثر کرتی ہے انسان میں جو قوت حیات Vital Force ہے ہو یہ یقینی کی دو اس میں جا کر دیا جاوے ہے۔

یہ سب باتیں بھی ثابت ہو رہی ہیں اور پھر یہ بھی کہ انسان کی سخت پر غیر مادی بیجیں بھی اثر انداز ہوتی ہیں اسی اکشاف کو سب سے پہلے ”دی تحریر“ جربیہ سے نئے شائع کیا۔

جب دوسرا زکرپیون کو پڑھا تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اگر سنتی تحقیق یا اعلان کریں کہ خاص دو انسانی جسم پر اس قدر عمل پیدا نہیں کرنی جس قدر ذاتیہ نہ دو کرتی ہے تو موجود نظام علاج یکسر بد جائے گا اور ہو یہ یقینی طریقی علاج کی عظمت کو تکمیل کرنے کے سوا جاہد نہیں رہے گا۔ موجود ادیات کے اجراء داروں نے تختہ جربیہ سے میں یہ تحریر بھی تو نہیں اس کی سخت پر لیکن نہ آیا تھا وہ باری باری ان تمام لیہاریوں میں گے جہاں یہ تحریر کیا گیا تھا۔

انہوں نے مختلہ محققوں سے کہا ”تم اس تحریر کی سخت کو نہیں مانتے۔ یہ

وہ سرا تراشہ ڈاکٹر باہری نے کہے بھجا ہے یہ تراشہ اخبار عرب نہیں کی 12 اگست کی اشاعت سے لیا گیا ہے۔ ڈاکٹر لیٹن باہری مکہ یونیورسٹی میں فوج پڑھاتے ہیں۔ آپ شاہزادی اور بیب ہیں مصطفیٰ ہیں۔ ڈاکٹر باہری ہو یہ یقینی کے مذاہ ہیں۔ ان کے بیجے ہوئے تراشہ کا عنوان ہے ایکسوسیں صدی کے طریقی علاج ”ہو یہ یقینی“ کی آمد۔ یہ تراشہ ایک مضمون پیش کرتا ہے جسے الیا و نیویں Lidia Wasowiec نے پرقدام کیا ہے۔ فرانسیس کی ایک لیب میں تحریر ہو رہا تھا۔ دیکھنا یقینی کا اثیقی باہری کا انسان کے کون پر کیا اڑ ہوتا ہے۔

پہلے اٹھی باہری کا اثر دیکھا گیا۔ پھر اٹھی باہری کو پانی سے ڈاکٹولٹ کر کے دیکھا گیا۔ پھر یہ حیران ہوئے کہ جوں جوں اٹھی باہری کو ڈاکٹولٹ کیا جاتا ہے اس میں روگی پیدا کرنے کی قوت کھنکی ہے جوے پر جاتی ہے۔

تحریر کرنے والوں نے بالآخر اسے اتنا ڈاکٹولٹ کر دیا کہ اٹھی باہری کے مادے کا نشان تک محدود ہو گیا اور لیب میں نیٹ کر کے دیکھ لیا کہ اٹھی باہری کا پانی میں وجود نہ ہاتی تھیں رہا۔ اسے انسانی خون پر ڈالا تو دیکھا کہ اٹھی باہری کا اثر جوں کا توں قائم ہے۔

تحریر کرنے والے حیران ہوئے کہ روگی پیدا کرنے والا ماہل کیا ہے پھر بھی پانی میں وہی اثر موجود ہے کیا وہ مادہ پانی میں اپنی روح چھوڑ گیا ہے۔ پڑھ جلا کہ مادہ کی نیٹ مادہ کی روح زیادہ روگی رہا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ اکشاف آپ کے لیے حیران کی تھیں ہے پچھلے آپ ہو یہ یقینی میں اور ہر روز مادے کی روح کو دو کے طور پر برئے ہیں لیکن ذرا اندازہ کچھ کہ سائنسی دنیا کا جو ہو یہ یقینی کو نہیں مانتی تھی اور ہو یہ پیچھے دو خالی مٹھی کو لیاں کچھ تھی کیا حال ہوا ہو گا۔ فریکس والے نہ ہوئے پہنچے ہوں گے کہ ان کا میٹر matter اور زمان میٹر Non matter کا سلسہ سخت اور دو ایک آپنچا۔ پھر اس تحریر سے پانی کی تحقیقی صلاحیت

بات ناقابل بیکن ہے۔ تجویز ہمارے سامنے کیا جائے۔ یہ تجویز بارہ بار ان کے سامنے دہرایا گیا بھر ان کا خصوصی پنج بھر کیں پر مرکوز ہو گیں۔ انہوں نے پنج بھر کیں سے جواب طلبی کی کرم نے اس کی اشاعت کیوں کی۔ اب ایک مضمون میں اعلیٰ مردودت کرو۔ اب دواز سا اچارہ دار فم و خصر کے تحت جو گھی چاہیں کریں۔ یہ لوگ بہت طاقتور ہیں ان کی کوشش ہو گی کہ اس اکٹھاف کی اشاعت کو روکے رکھیں گیں تا پاکے تجویز کیان سے نکل جائے۔

12 اگست 1988ء کے "عرب نیوز" نے ایک تحقیقی کالم شائع کیا ہے ہے
لٹیاواوکر Lidvia Wawicz نے قائمہ بند کیا ہے جس کا عنوان ہے 21 دیں
صدی کے کھل لئے علاج و پورنچی کی میتوبلت۔

1- لیا گھٹی ہیں کہ ہو یہ پتچی بورپ ایشیا اور آسٹریلیا میں تینوں ہو رہی ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ ہو یہ پتچی طرق میانچے کرنے والے تھے۔

2- گزشتہ چار برس میں ہو یہ پتچی دوسرا ساز گنجائیں کے کارروبار میں ایک ہزار نئی صد اضافہ ہوا ہے۔ یہ بیان امریکی خودراک اور ادویات کے ٹھنڈے نے چاری کیا

-3 دس لاکھ امریکی ہاشمی ہو میج پتچک ادویات استعمال کرتے ہیں۔
امریکہ میں سوپنیاں ہو میج ادویات بنانے میں معروف ہیں۔

4- امریکہ میں تحقیق سن اور صحت کی ادویات بالائے ایک ادارے کے سربراہ مسٹر کینٹ مورٹ Kent Mohr نے کمپانی کے مطابق یہ بات قطبی طور پر واضح ہے کہ مردم ہوشیار ادویات کے استعمال کے حق میں ہوتے ہوئے ہیں۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ ایس کی ہو میو ما رکیٹ سال میں 5200 ملین ڈالر سے 52 بلنڈ ڈالر کی تکمیل حاصل گی۔

5۔ ساری دنیا میں ہومیو پتھک ادویات کی اٹھسڑی 52 بلین ڈالر کی

تجارت کر رہی ہے۔ فرانس کی سب سے بڑی ہمیجہ ادویات کی فرم ہائزان ائس اے نے گزشتہ سال کے دروان 5150 ملین ڈالر کا کاروبار کیا۔

6۔ مشہور فلم ایکٹریں و مکر (Wagner) کا یاد ہے کہتی ہیں ”چھ سال میں درد سے بے حال رہی۔ اور اس طرح کے لیے بھائی بھری۔ میں کتنی تھی مجھے اسر ہے۔“ ذاکر کتبی تھے اتنی جھوٹی عمریں اسر نہیں ہوتا۔ طلاق کے لیے وہ مجھے دودھ اور بستک کھلاتے رہے مگر درمیں آنا قاتم نہ ہوا۔ چھ سال کے بعد انہوں نے کہانی بی بی آپ کے پیش میں تو اسر ہے۔ مذاق تو نہیں کر رہے آپ میں نے پوچھا۔ اتنی جھوٹی عمر میں اسر کی کہے تو سلکا ہے بھر میں ہوئے پوچھ ذاکر کے پاس طلاق کے لئے کی اور شفاباں ہو گئی۔“

7- فرانس میں ہر چار میں اور جو پیٹک علاج کرنا پسند کرتا ہے۔

8- برطانیہ میں ہر سال 30 فینڈر میں مردوں جو طریق علاج کو چھوڑ کر
ہر سچے پیٹک طریق علاج اختیار کر رہے ہیں۔ یہ اعداد ایک حالیہ مستحقیتی جائزے
سے جائیں کے گئے ہیں۔

9- اکٹر Ronald W. Davey جو برطانیہ کے شاعر خاندان کی سوت کے انچارج ہیں انہوں نے ایک بیان میں کہا ہے کہ برطانیہ کے شاعر خاندان کے رکن گریٹ شومن نسلوں سے صرف ہمیچہ یونیٹ علاج کروارہے۔

10- مریض محسوس کرنے لگے ہیں کہ مرد ج طریق علاج میں کمی ایک خامیاں ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اس طریق علاج کی وجہ سے ہم نے مبکٹ انتصارات اٹھائے ہیں۔

11- شیون ساٹنک (Steven Sabotinics) کیلئو نیائیں پوریں سے مختلف ادویات کے ایک پیشہ ہے۔ تین سال گزرے جب انہوں نے اپنی

ادوبات میں ہومیو دو ایجمن کوشال کر لیا تھا۔ سٹینن سہ انک نے ایک بیان میں کہا مردوں طریق ملاج کے تحت ڈاکٹر جب مریض کو دیکھتا ہے تو اس کی نظر محمد وہ ہوتی ہے اس میں دعست نہیں ہوتی اس لیے یہ معاف نہ چھٹ جیچ چاڑی کی طرف لے جاتا ہے یا مریض کو بڑی خفتہ حتمی دوایاں استعمال کرائی جاتی ہیں لیکن ہومیو پرچی میں ادویات اس قدر رخت نہیں ہوتی۔

12 - ڈاکٹر بیگلے (Badgley) جس نے گزشتہ تین سال میں 2001ء میں مریضوں کا ملاج کیا ہے جو اپیزیکسی مہلک پیاری کا فکار تھے۔ ایک بیان میں کہا کہ جو مریض اپیز کا فکار ہے اس کا وزن بڑی تیزی سے کم ہونا شروع ہو جاتا ہے اور یہ ایک مہلک ستم ہے۔ ڈاکٹر بیگلے نے کہا کہ میں نے اپیز کے مریضوں کو ہومیو پتھک ادویات استعمال کرائی ہیں اور میں نے دیکھا ہے کہ ہومیو پتھک ادویات مریض کا وزن کم ہونے کو روکتی ہیں لیکن ڈاکٹر بیگلے نے کہا ملاج میں بڑی احتیاط ضروری ہوتی ہے صرف ہومیو پتھک ادویات ہی نہیں اس کے ساتھ کی ایک بالتوں کا خیال رکھنا بھی لازم ہے۔ ہومیو پتھک ادویات کے استعمال کے ساتھ ساتھ:

(1) اچھی خواراں کھلانی جائے۔

(2) مریض کا زندگی کے متعلق ثابت روایہ کم کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔

(3) اور باقاعدہ ورزش کرنا بھی لازم ہے۔

Q-----

میں نہ مانوں!

گزشتہ برس اواخر جون میں برطانیہ کے ایک کیفر الائٹی اور موثر سائنسی Jacques Benveniste Nature میں معرفت Immunologist پروفیسر Benveniste کی تازہ تینیں کے بازارے میں ایک مقالہ شائع ہوا (حوالے کے دیکھئے ہوئے ہیچ سمجھنے لا ہو رکا تھا، جبراً اکتوبر 1988ء) جس میں تباہی کر پذیرافت نے Anti Body کو پیانی میں کر کے احتیاطی کر دیا کہ محل میں اس کے سائل کی موجودگی بھی غیر ممکن ہوتی ہے۔ پھر اس محلوں کو اس نے خون کے غلبہ ظیبوں کی ساخت اور دیگر کیمیا وی خصوصیات کو تبدیل کر دیا ہے۔ اتنی بازیز کی اتنی قلیل مقدار کوئی بھی کیمیا وی محل کرنے کا باعث بنتی کی البتہ رکھتی ہے۔ یہ خود اس کے لیے باقاعدہ تینیں تھا۔ پذیرافت نے یہ نظریہ پڑھ کیا ہے کہ پوکلکا ہے کہ پیانی میں دو اکٹیلی کیا جاتا ہے اپنی ایک یا دو اسٹھت قائم کر لیتا ہے۔ یادداشت کا یہ خالی نقش اس وقت بتتا ہوگا جب دوا کے سائلے سے وابستہ بر قی اور محنطی حلقوں پانی کے ساختی ذہانی پر اپڑا انداز ہوتا ہوگا۔ پذیرافت نے اعتراف کیا ہے کہ اس نظریہ کے حق میں وہ کوئی علمی ثبوت نہیں کر سکتا۔ تاہم پذیرافت کے اس تحریر کو دیکھ کر ترقی یافتہ مکمل برطانیہ اسرائیل اٹلی اور کینیڈی ایک الی لبراریوں میں عرضہ ملکہ کامیابی مدد ہو رہا گا۔

پذیرافت کے اس علمی ثبوت کی روشنی میں ہومیو پرچی کی احتیاطی کی تعلیم ادویات اور اس کے معالجین کو پرووف کرنا انتہائی مشکل ہو گیا ہے کیونکہ الی طاقت کی تقلیل شدہ

دوا کے نظریہ کی جیت کا یہ من بولنا ثابت ہے کہ ان حالات میں اب دیکھا یا ہے کہ کیا ہو ہیج پتھر اپنی شورہ فیض ہر حانے پر ہی اکٹھا کریں گی اپنی علمی قابلیت کو ہر حانے کے لئے تجھ دو کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ تمام لوگ اپنی علمی قابلیت کو ہر حانے کے لیے ضرور مطالبہ ملدا ہے مسلسل کیا جائیداد ہے اور ذاتی کتب خانوں سے لفک کر لاہور یا یونیورسٹی سے استفادہ کرنے کی کوشش کریں گے کیونکہ اب تو انہیں جیلی کے بعد دنیا کی بہترین لیبارٹریز سے تصدیق کا سرفیلکٹ بھی مجھے ہونے والے حاصل کر کے آپ کو دے دیا ہے کہ اب آپ کا فرض ہے کہ اس پر چم ہم زیر بلند کریں جو اس وقت بھی ہالے سے کم کی جعلی پرنسپل بر اساس ہے۔ کوشش کیجئے اور پوری انسانیت کو اس پر چم کے ساتھ تے آئیے۔ وقت کا پیر آپ کے حق میں گھوم رہا ہے آنے والے ادوار آپ کی ترقی اور کامیابی کا دور ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ کی کم علمی یا مطابعہ کی کمی سے دنیا آپ کو پھر جزو قوف سمجھنا شروع کر دے آج یہی محمد کریں کہ تم نے جہاں اپنے مطب چلانے میں وہیں ہو ہیج ڈھنچی کی ترقی کے لیے چیدی سائنسی تجویزات بھی لوگوں کے سامنے لاتے ہیں۔ حتیً المقدور لوگوں کو اپنی تحقیقات سے حفار کر کائیں اور کسی بھی میں ایجنسی کی بجائے عوام کی علمی تحقیقی کو دو کرنے کے لیے آپ حیات میں جائیے۔

اُن تحقیقی کام میں فرانس میں موجود مین اقوای شہرت کے حال سائنس دانوں پر مشتمل تھی اور اس Inserm میں بھی شامل ہے۔ اس مضمون کی اشاعت کے بعد دنیا ہے ہو ہیج ڈھنچی کی طرف سے Nature Nature کو مہار کہا کا مستحق نامہ یا کیا لیکن چار اور اس کے موپین کو دوشت زد کرنے والا مواد شائع ہونا شروع ہو گیا۔

جان میڈا اسکی سربراہی میں ایک نئی ٹم نے ہر س کے مطہرات میں موجود پروفیسر بیڈنٹ کی لیبارٹری کا اچاک دورہ کیا اور کہا کہ تم آپ کے کام کو کوئی آنکھوں سے دیکھنے کے خواہ نہیں ہیں۔ لیبارٹری میں کام کو دیکھ کر جانے کے بعد تجھر میں تھات اور خوضیات کے عنوان سے ایک مضمون پروفیسر بیڈنٹ کے کام کے غلاف شائع کیا گیا جس کی پروفیسر بیڈنٹ نے تجھ سے تردید کی اور نچھری اس ہم کو سیاسی خناہ کی ہم اور میکھی کے قافر سے تحریر کیا۔ حالانکہ پروفیسر بیڈنٹ کے ادارہ کا دورہ کرنے والی ٹم جس میں تمدن افراد رضا کارانہ طور پر سائنسی کام کرتے تھے انہوں نے بھی پروفیسر موصوف کے کام کو سراہا اور اعلیٰ مقام پر جیتنے چکا اڑتے لامیں کلام کے ساتھ دھکایا ہے۔ اپنی طرف سے تجھ نے اچاک دورہ کو توبہ چلانے کی بڑی کوشش کی تھی تکہ اتحمنہ اپنے تھوڑا کہہ دیا۔

اُر واقعہ ہے کہ موجودہ دور کے بھی ماہرین مادیت کے قائل ہیں اس لیے وہ انہار کرنے کے باوجود فلسفی درج کے ملکر ہوتے ہیں کیونکہ آج تک ان کے چار کردار سائنسی آلات ہو ہیج ڈھنچی کی تقلیل شدہ اعلیٰ طاقت کی دوں میں کسی حرم کا بھی ادویاتی سالہ معلوم نہیں کر سکتے اس لیے انہوں نے اپنا فرض سمجھی کہ جو لیا کہ ہر ہوئے جو ان کی بھی میں نہ آئے اس کی غالالت کی جائے۔

لیکن وجہ ہے آج کے دور میں بہت سے غیر مرمنی علوم مثلاً دست شناسی ستارہ شناسی کی طرح ہو ہیج ڈھنچی بھی ان کے زیر تاب ہے۔ حالانکہ ہو ہیج ڈھنچی ایک سماجی اور معماشی تحقیقت ہے اور لیکن وجہ ہے کہ اس کی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔

جادوگری

Nature کی طرف سے سمجھی جانے والی ٹم بھی بھان متی کا کہہ تھی۔ پانچ

تحت حاصل کیے گئے انسانی خون کے زندہ خلیات پر تجربات کر کے ان کو دکھائے گئے ان سے دماغ کے مادہ پر ستوں کے ذہنوں میں یہ بات شیخوں کی۔

تیزترک گامن

اس کے باوجود ہوموچیپٹک سائنس میں تحقیقاتی کام آگے بڑھ رہا ہے اور نیچر کے ان سے سروپا بھجوں کی طعن و افتشے سے ہمارے تحقیقاتی کام پر کوئی اثر نہیں چاہا۔ میڈیسٹ اور اس کے خارجی سٹگ خارجی سٹگ ہوئے ہوئے برطانیہ کا کرکٹ کر رہے ہیں کہ ہمارا کام تحقیقت پر ہمی ہے اور ہم آگے بڑھ رہے ہیں۔ ہوموچیپٹک میڈیسٹک نے ان کے تجربہ کا تربیع ہی ہوموچیپٹک میڈیسٹک میڈیسٹک پر سیریز کو نسل کی ہیئت درکھودی ہے۔ دراصل ہوموچیپٹک کی خلاف رہائی کا پابند کوڑا کر کرت کر رہا ہے جس کے پڑے سوائے لیباریزی نہیں کے اور کچھ نہیں ہے بلکہ وجہ ہے کہ چھل کے اندر میں علم سے بھروسے ہیں۔ اثناء اللہ اُنے والا وفات اور کچھ لگن ہوموچیپٹک کو 21 ویں صدی کی سائنس منوالے گا۔

یہ شہادت گہرا الفت میں قدم رکھنا ہے

پروفیسر میڈسٹ اس صورتحال پر انجام دیا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میکارچی کا یہ سوچیاں ہیں اور اس کی یہ سیاست بازی ہوموچیپٹک سائنس کے لیے بلاست کا پاٹھ بن سکتی ہے۔ سائنسی علم صرف آزاد انسان حاصل میں پہنچنے ہیں، ہم کی قیمت پر کبھی ان لوگوں کو اپنے خلاف اڑاہم ہڑاٹی بلیک میٹنک دھوکہ بازی یا اسی طرح کے دوسرا جرہے استعمال کرنے کی اجازت نہیں گئی اور نہ ہی آنکھہ ان لوگوں کو اپنی لیباریزیوں میں بھٹکنے دیں گے۔ ہمارے سائنسی انجامی شیش اور شریف انسان لوگ ہیں وہ اخلاقی برمیں ہیں۔ میں ان کو ایک بار پھر کہوں گا کہ ان کو اپنی

افراد کی اس نیم میں تین شوقی سائنس و ان آکیں بھائی اور ایک پیشوور ماہر فراہم اور شعبدہ بازی تھا۔ اسکی نیم بھیجیے والوں کی عقل پر ہاتم کرنے کے علاوہ اور کیا کیا چاہا کہے۔ اس نیم میں ایک بھی Immunologist شامل نہیں تھا جبکہ پروفیسر میڈسٹ کا شعبہ Immunology ہے۔ میکا وجہ ہے کہ یہم اور کے رپورٹ ہاتے کے قابل ہی نہیں اور نہ کوئی انتہائی فرمائی تھی جس کے لیے یہ لوگ بھائی بھاگ آئے تھے۔

ڈاکٹر میڈا اس نے اپنے ادارتی نوٹ میں لکھا ہے کہ اس علاقے کا محل ہی ایسا ہے، وہ ان لوگوں کی تحقیقاتی کاؤنٹر پر کچھ بھی نہیں ہے۔ کیا مخصوصیت ہے، کیسی اچھی جیل سازی ہے اگر بھی بات ہے تو ہم ان لوگوں نے اپنی نیم پیشوورداری اور بازی گر کو کیوں خالی کیا۔ اگر انہوں نے کسی قابل اور نتیجہ پر نہیں پہنچتا تھا تو پھر یہ سب نقویات لکھنے کے کیا ملتی؟ اس کے بعد ڈاکٹر میڈا اس نے بھی اپنی نیمیوں کے پروگرام اعلیٰ امنیاتی اور ترقی اور فرمائی کیں وہی طور پر ہوموچیپٹک کے خلاف ہوں کیونکہ یہ ایک خطرناک طریق میں علاج ہے۔ اس کی وجہ یہ ہتھی کہ ایک ڈاکٹر معرف طریق میں علاج کر کے ایسا طریق علاج کیوں اپنائے جس کے بارے میں اسے علم ہی نہیں کہ اس دوا کے باعث اڑات کیا ہیں کیونکہ میں ذاتی طور پر اپنے گھر میں اس مسئلے سے دوچار ہو چکا ہوں۔ تو آپ خود ہی سوچیں کہ دکھ اٹھانے کے بعد دوسرا ساز اور اونوں کے خلاف علم چھاڈ بندھن کیا جائے۔

تمونہ جات

نیچر کی نہیں نے اپنے طوفانی دورہ میں ایک قلعہ کا اکشاف کیا کہ آپ نہ نوئے درست طریق سے حاصل نہیں کرتے۔ اس کے باوجود ان کے اس بھک و شبر کے اٹھائے گئے طوفان کی موجودگی میں پروفیسر میڈسٹ نے تمام احتیاطی تدابیر کر

لیہاریوں میں بالکل نہ گھستے دیں اور نچیر کے طرز کی نام نہاد مظلوماتی یا معافی کے جاتی تھیں جیسا کوئی دعا فدا یا لٹک و شپکا طوفان پر بنا کری ہیں فی الفور اپنی کارروائیاں بند کر دیں۔ ہم اس بات سے فتنی گھمرتے کہ ہم پر الram تراہیوں ہی سے اصل بات یہ ہے کہ یہ ہمارے چہرے یا ہم میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں یعنی آنے والا وقت ہمارا ہو گا اور ہر طرف ہو یہی تھی کے پر چمگاہر ہے ہوں گے۔

پروفیسر پینٹ کے مضمون اور تحقیقی کام پر

مختفی Immunologists کے بیانات

کیز پڑھاں اندن کے تھک لی کہتے ہیں؟ اگر مختلف تجربے گا ہوں نے اس کی تصدیق نہ کی ہوتی تو اس کو ایک غوبات کہ کر مسٹر دکڑا جانکن اس کے باوجود مجھے اس بات پر یقین نہیں اور اس کا آیا بھی ہو سکتا ہے۔“
میڈی بلکل ریسرچ کوپل آکفورڈ شعبہ سیلبر ایمپرو لوگی کے نئی ہارسٹ
کہتے ہیں کہ ”میں اپنی رائے اس وقت تک نہیں دے سکتا جب تک یہ دوبارہ ایسا
کر کے دکھائیں۔“

ہیلیڈ بخورشی شبہ ماں پھر امیدواری کے خلی بارے کہتے ہیں کہ ”میں اس کو بالکل کوئاں سمجھتا تھا۔ ایک دلچسپ مضمون ثابت ہوا ہے۔ میں اس معاملہ میں بھروسہ نہیں کیا۔ اس کو رکھتا ہوں۔“

سائنس و انسان کی اکنونیت جس نے پڑھاں کو اپنی تربت میں دراٹاں
پڑتی نظر آئیں جس کی وجہ سے ان کے لیے اس پر یقین کرنا مشکل ہو گیا۔ اس معاملہ
پر تکمیل طور پر نے سرنشی کی جگہ اچھتے لوگوں نے اس کی تحریف کی تکمیل نیا قانون
آنے کے بعد سائنس و انسان کو پرانا قانون ترک کرنا پڑتا ہے جو ایک مشکل کام ہے
کیونکہ اگر ممکن تو کوئی سے بکار کے لیے طرزِ گھن من سے بھاوار ہر بھتی قدر تباش اور دینا

پڑتی ہیں لیکن وہ ان کو خود ہی حقیقت مانتے ہیں مجبوہ کر دے گا۔ بہر حال ان کی علمی تقابلات کا سیمارش تو یہیں ہوں گا کہ اگر یہی مضمون Seu Generi میں شائع ہوتا تو وہ اس کو بحث مان لیتے۔ تاہم آنے والا دور ہو جو پتختی کا ہے۔ تاہم یہی یہی بتاتا چلوں کے بالکل اسی طرح کے تین چالیس کی دوسری میں سائنس داون نے حاصل کیے تھے کمر و مروج علوم کے ماہرین نے ان کو مسترد کر دیا تھا کیونکہ یہ باتیں ان کی بحث سے بالاتر حصہ ٹاہم Nature میں اس مقابلہ کا پہنچنا ہو جو پتختی کو معرفت کرنے میں خاص معاون ٹاہم ہوا ہے۔

‘ہمیو پتھک میگرین’ کے جون 1989ء کے شمارہ سے لیا گیا

— O —

صدیوں سے قائم ہے۔ عالی جاہ میری عمر 86 سال ہے۔ میں نے وہ دن بھی دیکھے ہیں جب بی بی الجیو ٹکنی ایک پہنچتی تھی۔ ان دنوں علاج معاہدے سے متخلص سدا Initiative کا اکٹر کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ اکٹر مریض کو دیکھتا تھا۔ اس سے پوچھ گھومنگ کرتا تھا۔ ان دنوں اکٹر کو مردوں کی تائید کے بارے میں علم ہوتا تھا۔ وہ سوچ پیار کے بعد خود تو نکلتا تھا۔ نسخے لے کر مریض کی پاہنڈر کے کمرے میں جاتا جہاں مفراد دیاں بیکوں میں پڑپی ہوتی۔ وہ نسخے کے مطابق Measure Glass کی مدد سے مختلف دو ایساں شیشیں ڈالا اور یہی مشد ہدایات مریض کے ہاتھ میں تھا۔ آج بی بی الجیو ٹکنی میریم میں ہوئی ہے۔ اس کا چاروں طرف ڈالاں رہا ہے پس پنگک اس نے بہت زیادہ ترقی کر لی ہے اب سارا Initiative کا اکٹر کے ہاتھ سے اکٹل کر تجارت کے ہاتھ میں چاکپا چکا ہے۔ دواز سانپیاس بڑی طاقتور ہو چکی ہیں۔ ان کا ٹراؤر سوچ اس حد تک بڑھ گیا کہ سخت کی وزار تھی الجیو ٹکنی کی وزار تھیں میں گئی ہیں۔ جب Initiative کا اکٹر کے ہاتھ میں تھا تو منزل شفایا Cure تھی اب منزل قاقا ہے۔ گوئی کھاؤ اچھے ہو جاؤ گے پھر گوئی کھاؤ اور اچھے ہو جاؤ۔ مطلب یہ کہ اور گویاں کھانے کی عادت ڈالو گویاں زیادہ بنیں زیادہ بکسیں تجارت کو فروغ حاصل ہو۔ آج کا اکٹر مفردوں اوس کی تائید سے اتفاق نہیں ہے بازار میں مفردوں نہیں ملتی۔ پس پنگک بیکت کی دکانیں بند ہو گئی ہیں۔ جب نسخے لکھنے والے کی شر ہے تو پنگک کا کیا کام۔ آج دو ایوں میں ملتی ہے اور اس دو کے محتلق اکٹر و دکنڈوں کا علم سائز پرچم مدد ہو جئے دوسارے سارے کمپنی شائع کرنی ہے۔

عاليٰ جاہ محنت کی بات تو قرآن حکیم ہمی کرتا ہے اور کسی پار کرتا ہے۔ سائنس ان جہان ہوتے ہیں کہ پوچھتے انجینئرز کتاب ہے ہو جو موضوع پر بات کرتی ہے اور اس کی کوئی بات آج چودھو سو سال گزرنے کے باوجود ملطلاً ثابت نہیں ہوئی۔ قرآن کریم تو وابیجوں کے نام بھی لگاتا ہے۔ ایک دانشمند جو تاثیر میں زمان و مکان سے

عزت آب وزیر صحت کے نام

عاليٰ جادو!

میں ایک عام آدمی ہوں۔ آپ میرے غما نکھدے ہیں۔ میرے دل میں آپ کے لیے جذبہ اسلام ہے۔ آپ کے مند سے لگی ہوئی بات میرے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ وہ سچی میرے دل میں اتر جاتی ہے۔ عالیٰ جاہ میں آپ کی خدمت میں صرف ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں اگر میری استدعا کو مان لیں تو یہ مجھ پر اور پاکستان کے عوام پر بڑی کرم انوادی ہو گی۔ ازراہ کرم مٹھیوچن پر آکر محنت عامد پر بات تک دیکھتے رہے اول میونچ جاتا ہے۔ آپ کی بات سن کر جو کچھ ہے جس ان کے دل میں جاتے ہیں جو فیض سمجھتے ان کی راہ کھوئی ہو جاتی ہے۔ جناب والا جب آپ محنت اور علاج کی بات کرتے ہیں تو انہیں میں آپ ڈاکٹر کی بات کرتے ہیں۔ ڈاکٹر سری کی بات کرتے ہیں اپنے بہن کی بات کرتے ہیں ان ادویات کی بات کرتے ہیں جو دباؤں میں بندھتی ہے یا گولیوں کی ٹھلک میں جو پتوں میں مہر بردھوئی ہیں۔ عالیٰ جاہ سخنے والے کچھے ہیں کو محنت کے حلقوں آپ کی بات کا ذائقہ ہے جل

عاليٰ جاہ منے والے بحثتے ہیں کہ سخت کے تعلق آپ کی دنیا اکٹر سے چل کر پہنچاں پر ختم ہو جاتی ہے۔ منے والے بحثتے ہیں کہ وزارت سخت و وزارت الجلوہ چیز ہے اور آپ خواہ عوام کے نہیں الجلوہ چیز کے نام کہدے ہیں۔ عاليٰ جاہ میں خواہ الجلوہ چیز کا بڑا مدح ہوں لیکن الجلوہ چیز ایوان سخت نہیں بلکہ ایوان سخت میں ایک کروہ ہے ایک Extension ہے قیری ہوئے تقریباً سو سال ہوئے ہوں گے اور ایوان سخت تو

پے نیاز میں آ قاتی دو ایسا۔ عالی جات بکی اپنی کسی انقرضی میں قرآنی ادویہ کا کہیں کر لیا بچکے کیا حرج ہے۔ آپ کی وزارت جواہشہ رات باری کرتی ہے اس میں کہلی ہدایت یہ ہوتی ہے کہ ”اگر آپ بیمار ہیں تو فراہ اکثر سے ملے (معاذ گے نہیں)“ خون نہیں کر کریجے بھروسہ اکثر کی دمایات کے طلاقیں دو اکھائیے۔ بکی ایں اشجار بھی چلا دیجئے کہاںی سخت کی حفاظت کے لیے قرآنی ادویات کا استعمال بچکے ٹکن نہیں اسی بات منہ پر نہ لالا یہ گا اسکی بات کہنا خیر نہ ہے۔ چونکہ دوسرا ساز کپنیاں بڑی طاقتور ہیں۔ پچھے سال پہلے کی بات ہے ہماری حکومت نے بندوق ہن کے بڑش میں آکر دواؤں کے اصلی نام Generic Name فاش کر دیے تھے۔ اس پر ہر سے ہر سے اکشافات ہوئے مثلاً ایک اسکر معدودہ کا بھید کھلاتا پڑھلا کہ وہ بلیے بیدا کرنے والا پاؤڑا ہے جب سے ہم نے توپ کرنی ہے نہیں نہ ہم مداخلت نہیں کریں گے۔ دوسرا کپنیاں بڑی طاقتور ہیں۔

عالی جاتہ جس زمانے میں میمن انجری خان دوں دوچہاری بیاریاں تو گاؤں کی بڑی بڑی بیماریاں لوک دواؤں کی مدد سے سیبیت لیا کرتی تھیں تو یہ مانی ہوئی بات ہے کہ لوک دواؤں سے بہتر کوئی دواؤں نہیں ہے چونکہ لوک دواؤں کے بچھے صدیوں کا تحریر ہوتا ہے لوک داشت ہوئی ہے میڈم ایڈیٹھی نے میدان میں آ کر مصمم دیباچیوں کا لوک دواؤں پر اعتماد ختم کر دیا۔ کہنے لگی تو لوگیں گندی مددی جڑی بویشاں دواؤں کا نہیں ہیں۔ الٹا یہ تو بیماریاں پیوں اکرتی ہیں۔ دواؤں وہ ہوتی ہے جو خصوصیت گولیوں کی قفل میں ہو اور پالا سک کے شفاف پتے میں ہمہ بند ہو۔ دوسرا کچپیوں نے تو ایسا کرنا ناچھا پکر ان کا مقدمہ صمول محنت نہیں تھا رات ہے۔ آپ کی وزارت کا فرض تک روک لوک کا لوک دواؤں پر اعتماد بحال کریں گیں وزارت تو خود ان کے چلک میں پھنسی ہوئی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے مخصوص موام مگر کے رہے نگھاث کے لوک دو اپر ایمان انھیں گیا۔ ہپتا لوں میں داخلہ نہ ہا۔

عالی جاتہ کبھی میثبہ ہون پر آ کر لوک دواؤں کی ہی بات کر دیتے شاید آپ کی زبان مبارک سے یہ بات سن کر ہمارا اندازا ہوا احتدام پھر سے بھال ہو جائے۔ اپنے پڑوی ملک ہجن کی طرف ہی دکھے لجئے۔ انہوں نے اپنی لوک دواؤں کے خزانے کو ہین الاؤ ای منزی میں پہنچا دیا ہے۔ اس کے بعد ہم نے اپنی لوک دواؤں پر شرمدنگی محسوس کی اور اس خزانے کو دفن کر دیا۔

جاتا والا اگر بھی فر صوت ہو تو کسی ہو جو چیخ کیکن میں تشویف لے جائیں مریضوں سے پوچھ گکھ کریں تو آپ کو پڑھ لے گا کہ وہاں دوچہاری مریض ایسے ہیں جو اعلیٰ ساختی ادویات کے بذریعات کا فکار ہیں۔ آپ کو یہ دیکھ کر جرت ہو گئی کہ ان مریضوں میں کم از کم دس فصد مالیہ چیخ کا ذکر ہے گی ہیں۔ وزارت سخت نہ اس ہے کہ اس نے دوسرے طریقہ ہائے علاج کے لئے اکھدے لے رکھے ہیں۔ ہماری وزارت میں ایک طبیب بھی ہے۔ ایک ہو جو چیخ بھی ہے۔ بے چیخ وزارت نے چاہوں کی دیگر میں ایک داداں کا بھی ڈال رکھا ہے تا کہ کہہ سکے کہ اس نے کچھ بھی پکائی ہے اس لیے کہ کچھ بھی بیماروں کے لیے منید ہوتی ہے۔

-----0-----

پہنچتے ہیں۔ ان پر کتابوں پر لگاؤ کا اڑام دہرا جا سکتا ہے۔
میرے علم کے مطابق صرف ایک کتاب ہو یہ یادگاری پر مجھی ہے جو لگا کاؤ
سے پاک ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے ہو یاد یادگاری کا محل چائزہ لیا ہے۔ مصنف
ذائقہ ہو یہ تو اکثر ہے نہ الجھ پتیجہ ذائقہ وہ ایک حقیقت، مطری ہے اس کا نام ماٹلک و بھر
ماڑلکی ڈگری رکھتا ہے اس کتاب سے چند ایک اقتضایات ملاحظہ ہوں۔ جنہیں میں
اپنے الفاظ میں بھیش کر رہا ہوں گے اس طرح کہ مفہوم نہ بدلتے۔
کتاب کی ابتداء میں پیش لفظ کے طور پر مصنف کے مرکزی خیال کا ایک
اقتباس دیا گیا ہے عنوان ہے:

صحت کے رکور کھاؤ کے لیے ایک تبادل طریقہ علاج کا مطالیہ
ایسا لگتا ہے کہ ہو یاد یادگاری کے فروغ کا زمانہ آیا ہے۔

- 1- مردوجہ طریقہ علاج کی ادویات بے حد بھی گئی ہیں۔
- 2- اکثر لوگوں کی خود پیدا کی ہوئی یاریوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔
- 3- کرائک پیاریاں تھیں دیا اؤں کی کل میں ظاہر ہو رہی ہیں۔
- 4- اپنی بیماریاں پر بھیتی جاری ہیں۔

5- ہیلتھ کنسرن Health Concern پر ہماری توجہ بڑھ گئی ہے۔
ان سب وجہات کی بنا پر عوام سوچنے لگے ہیں کہ وہ محنت اور معاملے کے
مسئلے پر نظر ہائی کریں اور ایسے معاملے کی خلاش کریں جو پرانی نو عویت میں تھے۔ ہو۔ نہ پھر
کے مطابق ہو۔ مردوجہ طریقہ ہوئی ماحول اور اندر ورنی کی خلافت سے نہ اساز گاہر ہو۔
”اقداری“ ظرفی اور سائنسی علم ایک متعدد کی طرف بڑھتے گئے ہیں کہ
انسان کو ایک اکائی سمجھا جائے اور اس حقیقت کو تسلیم کیا جائے کہ انسان میں ایک
خوبکار مشین ہو جو جو ہے جو ہماروں کو دوسرے اور شفاذ میں کی صلاحیت رکھتی ہے۔“

ان آؤٹ

قدرت کا دستور ہے کہ زمانے کے ساتھ ساتھ کچھ چیزیں پہنچ خیالات ان
ہو جاتے ہیں پہنچ آؤٹ ہو جاتے ہیں۔
آؤٹ کا سلسلہ دو وجہات کی بنا پر چلا ہے۔ علم اور فیشن، علم کی وجہ سے جو
جو خیالات ابھرتے ہیں انہیں کوئی روک نہیں سکا۔ چند بے یافیں کی وجہ سے جو
چیزیں ابھرتی ہیں وہ پسند و ناپسند کے تحت ادائی بھتی ہیں۔
سیانے کہتے ہیں ہو یاد یادگاری روکرہوا زان ہوتی جا رہی ہے۔

وقت یہ ہے کہ کسی غیر جاندار مطری نے ہو یاد یادگاری کا بے لگا کاؤ کھائے ہوئی
ہیں لیا۔ کیسے لیتے۔ مردوجہ طریقہ علاج کے پار پہنچنے کی وجہ سے کسی نے
ہو یاد یادگاری کو رفرانگا ہی نہیں سمجھا ہے ماہی دی گیا ہو۔ اسے سمجھنے کی کوشش کو کون کرتا
ہے چاہیے تو یہ کہ پہلے کچھوکار کرو کر اکائی جائیں۔ ”چاہیے“ کو کون چاہتا ہے۔
مردوجہ طریقہ علاج نے موچھ مردھتے ہوئے کہا محترمہ ثابت کرو کر تم پیسی
ہو۔ ہو یاد یادگاری بولی آزمائ کر چکو ہو اکھائی خفا ہو گئی تو میں کبی کہن تو بھوٹی۔
مردوجہ طریقہ علاج نے کہا ہم آزمائے کے قائل نہیں اور نہیں خفا کے
قاک۔ ہم تو دیل کے قاک ہیں۔ میں دل دے کر قاک کرو۔

ہو یاد یادگاری پر کتابیں تو بیسوں ہیں جو یا تو ہو یاد یادگاری تو میں پیش کر دوں نے لکھی
ہیں یا میں کے ان ذائقروں نے جو مردوجہ طریقہ علاج کو چھوڑ کر ہو یاد یادگاری کو اپنا

مروج طریق ملاج جس بینا لوگی پر جال رہا ہے لوگ اس کی ادویات اور اوزاروں سے نکل آگئے ہیں۔ کیونکہ:-
1- دوایاں انسان دو ہیں۔
2- مریض کو عادی بنا لیں۔
3- اکیس رے عام ہے ریڈیشن کائنٹس انسان دو ہیں۔
4- بات بات پر جو پیاڑا (سرجی) کی جاتی ہے۔ لوگ ان سب باتوں سے

نکل آگئے ہیں وہ اس طریق ملاج کو جھوڑ دیتا جائے ہیں وہ جا بنتے ہیں وہ جا بنتے ہیں کوئی تبدیل طریق ملاج ہو جس میں شدت شہ ہو۔ جو مدد گم ہو یعنی حادثہ اور خپر کہ طلاق ہو جائے۔
5- مروج طریق ملاج کے نقصانات اور خطرات اب کمل کر ظاہر ہونے لگے ہیں۔

لوگ اب یہ لگوئے کے حق میں نہیں رہے۔ اکیس مروج طریق ملاج کا یہ روپی ہی پندتیں ہے کہ کوئی کھانا اور راتھے ہو جاؤ۔ یہ تو پچھوک یہ ہے کیا اور اس کا اثر کیا ہے۔ عمل کیا ہے۔
آن کا مریض حکم کا پابندیں ہے۔ وہ جاننا چاہتا ہے کہ دو کون سی ہے اور کیسے کام کرتی ہے۔

مروج طریق ملاج کے حامیوں نے ہو یونیورسٹی پر اعزازی کیے تھے۔ انہوں نے ہو یونیورسٹی کو اس بنا پر درکاری تھا کہ یہ غیر سانسی ہے۔
ہمارا سانسی طلب مروپ ادا کرنے والے اور آج کے سانسی طلب کے مطابق ہو یونیورسٹی دوسرا طریق ملاج کی نسبت سانسی انتظامی نظر کے زیادہ قریب ہے۔ یہ طریق ملاج جو انسان کو اکائی سمجھتا ہے جو انسانیت کے قریب تر ہے اور قدری اصولوں کے میں مطابق ہے لیکن مستقبل کا طریق ملاج ہے۔

-----o-----

درامل بات یہ ہے کہ سائنس پتے طبقے ایک مقام پر آپنی ہے جہاں آگے راستہ بند ہے آگے جانے کے لیے لازم ہو گیا ہے کہ سائنس اپنی تحقیق کا رخ بدلتے آج تک سائنس کی توجہ ہوئی پر مکروہ رہی ہے اس کے لیے نظر آنے والی چیزیں اہم رہی ہیں۔ سائنس نے دیکھنے والی آنکھ سختے والے کان اور سوچنے والے ذہن کے بارے میں کچھ تحقیقی نہیں کی اسے کچھ نہیں سوچا کہ انسان بذات خود ایک سچی حرکات ہے اور اس میں ان جانی قویتیں موجود ہیں۔
ماں لیکن دیکھ دیا چکے میں لگتے ہیں۔

"170 سال گزرے جب ہو یونیورسٹی تہار طریقہ ملاج کی حیثیت سے وجود میں آئی تھی اس کی آمد ایک رُمیل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ رُمیل مروج طریقہ ملاج کے نقصانات کی وجہ سے ہے۔"

ہو یونیورسٹی ایک احتسابی سلم ہے مغرب میں بینا لوگی کے بڑھتے ہوئے جتوں کی وجہ سے ہو یونیورسٹی کو بڑا نہ ملا۔ اب امریکہ میں بینا لوگی کا جزو ان احاطات پر ہے اس لیے ہو یونیورسٹی کا دور آ رہا ہے۔

محنت کی سائنس کا رخ بدل رہا ہے انسان کو ایک اکائی سمجھا جانے لگا ہے۔ ذہن کی اہمیت بڑھتی جا رہی ہے لوگ بھٹک لے گئے ہیں کہ یہاری ایک ہوئی چیزیں نہیں خارجی عوامل کے مطابق ذہن بھی محنت پر اڑ رکھتا ہے۔

مروج طریق ملاج جو "اسٹائل آئی ریشن" (Specialisation) پر زور دیتا ہے وہ کمل انسان کی محنت کا قائل نہیں اس کے نزدیک ایک اعتماد بیار پڑتے ہیں اس کے برکش ہو یونیورسٹی مرض کا فنیں بلکہ مریض کے ملاج کی قائل ہے۔ ہو یونیورسٹی اس بات کو مانتی ہے کہ انسان کے جسم میں ایک ایکی قوت Vital Force موجود ہے جو خود کار میشن کی طرح فرد کی محنت کو برقرار رکھنے کا کام سراجام دیتی ہے۔
ہو یونیورسٹی کی دو اس قوت پر اڑ رکھتی ہے اور اسے تقویت دیتی ہے۔

ہومیو پتھی

تھیم سے بہت پہلے جب میں نے اسے کا طالب علم تھا اور ہم لاہور میں شپ ہب قیمتی میں رہا کرتے تو میں ایک ہومیو پتھی سے مغفار ہوا تھا۔

ڈاکٹر ہومیو مسعود

جس گلی میں میں گردیوں سے ملے جایا تھا وہاں ایک دکان میں ایک صاحب بیٹھے ہوتے تھے۔ میر پر چدایک کتا میں پڑی تو میں۔ الماری میں چدایک شیشیاں اور کری کے پاس ایک بیک۔

ان کی شخصیت میں دو باتیں بڑی نیایاں تھیں۔ اکساری ہمروں خدمت۔ ایک روز میں نے مجید ملک سے پوچھا جو اسی گلی میں رہتے تھے کہ "یہ کون صاحب ہیں اور کہا بیک ہیں۔"

مجید ملک بولا "یہ ڈاکٹر مسعود ہیں۔" میں نے کہا "ڈاکٹر کہتے تو نہیں۔ ڈاکٹر تو مونچھ مردوں کر بیٹھتے ہیں۔ یہ تو درویش نظر آتے ہیں۔"

کہنے لگا "یہ ہومیو ڈاکٹر ہیں۔" "وہ کیا ہوتا ہے۔" ہومیو۔ "میں نے پوچھا۔ کہنے لگا "ہومیو پتھی ایک طریقہ علاج ہے۔ مجھے خود تو علم نہیں کہتے ہیں کہ ہومیو پتھی درویش نظر آتے ہے۔"

"پھر تو ڈاکٹر مسعود براہموزوں علاج ہے۔" میں نے سوچا۔

ان دونوں میں نے ڈاکٹر مسعود کو پہلی مرتبہ دیکھا۔ غالباً وہ پہلے ہومیو پتھی تھے جنہوں نے یہ طریقہ علاج لاہور میں شروع کیا تھا۔

چار ایک سال بعد میرے والد نے اپنے بیٹیں پارک میں مکان تعمیر کیا۔ اکبھر بیٹیں پارک مونگر سے ملچ تھا۔ شاہو گزگی جانے کے لیے ہم مونگر سے اس پارک پر بیٹھتے تھے جسے آج کل علامہ اقبال روڈ کہتے ہیں۔

ایک روز میں نے دیکھا کہ علامہ اقبال روڈ کی ایک دکان پر ڈاکٹر مسعود بیٹھے ہیں۔ نگاہ ہر کاک انہوں نے اگلی پھر تو مسعود پر اپنا عمل بحال کیا تھا۔

ایک روز جب وہ فارغ بیٹھے تھے تو میں ان کے پاس جا بیٹھا۔ میں نے کہا "ڈاکٹر صاحب یہ ہومیو پتھی کی ساری طریقہ علاج ہے۔"

کہنے لگے "ایک غربیانہ طریقہ علاج ہے جو ہمارے ملک اور ہمارے مزان کے لیے بہت موزوں ہے۔"

میں نے کہا "جب آپ گوانڈی کی ایک گلی میں پرکش کرتے تھے تو میں نے مجید ملک سے پوچھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ "یہ درویش نظر آتے ہے۔"

"ہاں "وہ بولے" یہ کچھ ہے اس طریقہ علاج کا مودا ڈیکر دو یوں تھا۔ اس طریقہ علاج کا صول ایسے ہیں جو صرف ایک درویش کو ہی موجود کر سکتے تھے۔"

میں نے کہا "آپ میں جو اتنی اکساری ہے، مجھے یہ کیا اس طریقہ علاج کی دین ہے۔"

وہ نئے کہنے لگے "کوئی بھی طریقہ علاج ہو معاٹ میں بگرو اکساری نہ ہو تو بات نہیں بنتی۔"

"بات نہیں بنتی کا مطلب۔" میں نے پوچھا۔

کہنے لگے "علاج نہیں بنتا ہے۔ اگر اس میں بگرو اکساری نہ ہو تو وہ خدا

بن جاتا ہے۔"

ڈاکٹر مسعود سے دو ایک ملا تھاں ہو گئی۔ اس کے پار جو دیگر میں ہو میو پتھی کو جانے کی خواہیں پیدا نہ ہوئی۔ اگر اس روز کوئی شخص مجھ سے کہتا کہ ایک دن اسی آئے گا جب تو ہو میو پتھی کا بہت بڑا بچا رک ہو گا تو میں تھپٹا کر فرش دیتا۔ چھڑاک سال بعد وہ دن آیا جب گورے ڈاکٹروں نے مجھے بر ملا کر دیا تھا کہ تمہاری بیوی کا اندر گلی کیا ہے اور وہ چند روز کی محہن ہے اور میں اتنا قاتا لو دیتے کہ ڈاکٹر مسعود کے پاس چالا گیا اور مسعود کی ایک پڑی بڑی بیوی بھی کو سخت عطا کر دی۔ اس وقت مجھے علم نہ تھا کہ مسعود ہو میو ڈاکٹر ہے اور یہاں اپنے ہو میو پتھی کا ہے۔ "الکھنگری" سے لیا گیا

-----O-----

ہو میو پتھی کر دیں، ہو میو پتھی جیو

ہو میو پتھی میں ایک بہت بڑا نقش ہے۔ خاتون کی طرح ۹۰ بے حد Possessive کی ہے۔ کہی ہے بیری طرف دیکھو بیری ہاتھیں کر دیمیرے متعلق سوچ کسی اور کسی جانب دھیان نہ دو۔ تجھے یہ ہے کہ اکار آپ ہو میو پتھی کو پاٹا چاہئے ہیں تو آپ پر لازم ہے کہ Live ہو میو پتھی۔ لفظ ہو میو پتھی جیو۔ ہو میو پتھی کی تعلیم میں تن مرحلے آتے ہیں۔

- 1- ہو میو پتھی بڑھو۔ صرف پڑھو دیں ٹولٹے کی طرح رستا لو۔
- 2- ہو میو پتھی کو آزماؤ۔ تجھ پر کرو۔ تجھ کرنے کے میں ہی دو تین مرحلے آتے ہیں۔

3- پہلے اصولوں کی سڑک پر چلا ک کی سیدھے میں چلا چلتے رہو۔

iii- پھر ماشرز کے دنیافت کر دو۔ انکشافتات کو آزماؤ۔ اس مرحلے میں جہان کن بات یہ ہو گی کہ ماشر کے انکشافتات انفرادی ہوں گئے یا انکشافتات اصولوں سے پہنچاہوں گے۔ عقل دوبلیں سے مارا ہوں گے۔

- iii- پھر دلنا آپ کا ایسے تجربات سراخائیں گے بولنے لگیں گے۔
- 3- ہر آٹھی چھ آئے گی۔ ند اصول رہیں گے۔ تجربات، صرف ہو میو پتھی رہ جائے گی۔ ہو میو پتھی آپ کی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ ہو میو پتھی آپ سے ہاتھ کرنے لگی۔ یعنی آپ ہو میو پتھی جیسے لگلے رہے۔

مجھے یقین کامل ہے کہ ہمارے ہاں بھی ایسے ہو میجہ پتھری ہوں گے جو ہو میجہ پتھری چیزیں لیکن گما بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں پھر ہو میجہ پتھری کلی سچ میں ہی قیام کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں اور پھر ساری عمر اصولوں کے جال میں پنسے رہ جیں۔

میرا یہ مطلب فہیں کہ ایسے معانی غلط خدا کی خدمت نہیں کرتے یقیناً خدمت کرتے ہیں۔ بہت بڑی خدمت کرتے ہیں لیکن اصولوں پر جل کر خدمت عمل میں آتی ہے وہ ہو میجہ پتھری کا کمال ہے۔ ہو میجہ پتھری کا اٹھاقی اٹھاقی اسی اور میں کئی ایک سال دیوانہ ہو ہو میجہ پتھری پڑھتے رہے۔ یہ مطابق ہے مقدار قائم صرف یہ جانا چاہئے تھے کہ یہ محترم کیا شے ہے یہ محترم کیے احتی ہے کیسے پڑھتے ہے کس راستے پر چھپتی ہے کس طرح پسماں کردیا جاتی ہے کیسے کہاں کی کرنی ہے۔

ایک روز اٹھاقی نے کہا یہ رہنمای ہم بڑے احتی ہیں۔ میں نے کہا انکل ہیں جبی تو زندگی کی لذت سے سرشار ہیں۔ یہ لذت عمل کے دیوانے کو کہاں نصیب۔

اٹھاقی بولا یا رات بات کو الجھاد جاتا ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہو میجہ پتھری پڑھنے کا فائدہ ۲۰ ڈالوں میں کرایک جمعہ پتھال شروع کریں لوگوں کو مفت دوا یا ان دیں دیکھیں تو سکی کہ یہ بی بی کچ کرتی بھی ہے یا نہیں۔ تو جناب والا دم دلوں نے قاضی الحمد عسیدی کی طرح ہو میجہ پتھری کا ایک جمعہ بازار چاہا دیا۔ اٹھاقی ڈاکٹر بن گیا میں کپاڑ ٹھر۔ میں بھی ہو میجہ پتھری کیں لے کر میں نے ادب سے بیاہ کر کھا ہے اور ہو میجہ پتھری یہ گوارہ نہیں کر سکتی کہ کوئی کسی اور جاہاب آکے اخفا کر دیکھے۔ یہ بازار چھ میٹنے باشیدیک سال چلا۔ بند اس نے کرپاڑا کا اٹھاقی بیار پر گیا۔

اس جمعہ بازار نے میں چھڑا یک اہم باتیں سکھائیں۔ ہملا باتیں یعنی کہ ہم دلوں کا علم کلبی تھا جو بے دلوں کو رے تھے۔ ہمیں دیکھ کر جنت زدہ ہوئے کہ پچاس سے سانچھے احمد ریاضیوں کو فائدہ ہو رہا تھا۔ ہم نے سوچا بھی واہ اس بی بی کا

بھی جواب نہیں تھا جو بھی کہنے نہ چاہیے۔ فائدے کا دعا را چاہا دیتی ہے۔ یہ بات بھی ہماری بھروسی آئی کہ یہ اپناز ہو میجہ پتھری کا ہے لیکن ہو میجہ پتھری کیا ہوا؟ یہ بات بھروسی شدی۔ ایک اور بات بھروسی آئی کہ الجملہ پتھری ہمارے دلوں میں اس تقدیر چاہیجی ہے کہ ہم اس کی قیمتے لے لیں گے۔

پڑھے لکھے بھجو دارلوگ جو ہو میجہ پتھری کے اصول کے قائل ہیں کہ مرض نہیں مریض۔ وہ بھی عملی طور پر مرض کے حالے سے سوچتے پر مجبر ہیں اور ذاتی گنوں ایک ایسا جادو منظر ہے کہ کوئی شخص اس کے سر برے لکھن گئیں سکتا کوئی شخص یہ نہیں پڑھتا کہ جا ب آپ ذاتی گنوں تو کردیں گے یہ تائیے کہ اس ہماری کی آپ کے پاس کوئی دو بھی ہے۔
اس جمعہ پتھری کا نہیں پڑھا گیا۔ جو ہو میجہ پتھری کے اصول پر ہو میجہ پتھری کرنے پر مجبر ہو گا۔ پھر اس کو سچے۔

جہاں یہ صورت حالات کہ مریض اپنے کھلڑے ناواقف ہو وہ صرف یہ چانتا ہو کہ اسے سر درد کی شکایت ہے آپ اسے پوچھیں کہ درد کیا ہے تو وہ جوت سے آپ کی طرف دیکھ گا۔ سوچے گاتا تو دیا کہ سر درد ہے۔ احتی پڑھ رہا ہے کہ کیا درد ہے۔ الجلوہ تھک رو یہ صرف ہماری ایسی بُدھیوں میں نہیں رہ جاو۔ مگان غالب ہے کہ یہ رو یہ تمام مہنگہ مہماں لکھنے اپنار کھا ہے۔

اہل خود ہو میجہ پتھری کے اصول کو تو چے دل سے مان گئے کہ مرض اہم نہیں

مریض اہم ہے میں عملی طور پر وہ معافی کو مرض کے حالے کے بغیر نہیں دیکھ سکتے۔

کسی ایک ہو میجہ مارز بھی ایسے ہیں جو ہو میجہ پتھری کی علّت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن الجملہ پتھری کے رویے سے مغلیق نہیں پاسکتے۔ مثلاً جا ب پورک صاحب ہیں اپنے بیٹلیا میڈیہ کاہیں جو دوڑ یا خود کی طاقت کا مشورہ دیتے ہیں تو اس تقدیر حجا ہو جاتے ہیں ان پر خوف اس قدر غالب آ جاتا ہے کہ وہ تن سے پچھک کی طاقت

سے آگئیں ہر ہفتے اور کئی ایک مقامات پر وہ الجلوہ تھک ادوات کا مشورہ دینے سے بھی گزر جائیں کرتے۔ ہر ایک صاحب روز اک ہیں اپنے سیڑھا میدیا کا منہ دہ جاندے تھے الجلوہ تھک ادوات اور خود کا ذرا کرتے ہوئے رہائیں گھر راتِ رہائیں شرماتے۔ ہوئے جو تھک سیڑھا میدیا کا عام طور پر دو تم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جنہیں آپ درس کہہ سکتے ہیں کہ ان کا اندازہ ہوتا ہے پہلے ہی اگراف میں لکھا ہتا ہے کہ اس دوا کے بنیادی اثرات کیا کیا ہیں پھر ضرور دوا کے اثرات لکھے ہوتے ہیں مثلاً ذہن پر دو ایک اثر رکھتی ہے۔ آپ کیا ایک اثر رکھتی ہے جو حدے پر کیا اثر رکھتی ہے ضروری نہیں کہ اعضا پر جو جو اثرات مرحبا ہوئے ہیں دوا کے بنیادی تاثر سے ہم آپنگ ہوں۔ یہ ہاتھ عام طالع علم کے لیے باغت تحریر ہوتی ہے۔ اس حتم کے سیڑھا میدیا کا میں صرف ہوئے جو تھک ہوتی ہے ہوئے جو تھک زیادہ دوسری حتم کے وہ سیڑھا میدیا ہیں جس میں ہوئے جو تھک کم ہوتی ہے ہوئے جو تھک زیادہ ہوتا ہے جس میں روی ٹھیک ہوتا خارجی کم اور اقلی زیادہ۔ ہوئے جو تھک ہو 70 ہے اپنے جگہ بات یاں کرتا ہے کہ یہ دو افلاں اثر کے لیے مشور ہے لیکن میرے جگہ میں نہیں آتی یہ کس میں میں نے اسے آزمایا ہی نہیں۔ مثال کے طور پر ایسا سیڑھا میدیا کا نہیں کاہے بچہ کرنٹ صاحب ہیں ان کا تمام تراخواز داخلی ہے ساتھ وجدان کا عالم بھی ہے۔ داخلیت کی رنگ پیکاری سے ہوئی کھلیتے ہیں خود بیکتے ہیں دوسروں کو بھکتے ہیں۔

ہوئے جو تھک کے لیے داخلی روی خوب رہتا ہے کوئں کہ وہ جگہ بات کا رنگ لیے ہوتا ہے اور غالباً آپ اس حقیقت کو پاچے ہیں کہ علاج ماجبلیں میں تجوہ اصولوں پر فویقت رکھتا ہے۔

تو ظاہر ہے کہ کچھ معانی ہوئے جو تھک کرتے ہیں کچھ ہوئے جو تھک بن جاتے ہیں اور کچھ خوش قسمت ہوئے جو تھک جیسے کہ صلاحیت حاصل کر لیتے ہیں۔

چھ اشخاص کی بات تھی کہ زندگی میں جو پہلا ہوئے چیز مجھے ملا وہ ہوئے جو تھی جیتے تھا۔ وہ کل میں پانچ اپنے احترام بھی ڈھانپ رکھا تھا۔ اس نے کلیں سے اپنا ہاتھ کالا اور سیری یونی کی بخشش نہیں کر لواہا اس کا تو اندر گلا جوا ہے۔ میں نے کہا جاب وہ تو کہتے ہیں کہ صرف چند روز ہی تھے گی۔ غصے میں یہاں لوگون کہتے ہیں۔ میں نے کہا بھی اپنی ان سپتال لاہور کے لاکر کہتے ہیں۔ بولاً کہتے ہیں۔“

پھر چند سال کے بعد بھی ہوئے چیز لاہور آگیا۔ اشخاص جسیں اس کے پاس گئی۔ اپنی احتراماتی۔ ہوئے چیز نے کہا یہاں بیٹھ جاؤ۔ اشخاص جسیں وہاں بیٹھ گیا۔ آئندہ اشخاص جسیں ہوئے چیز کے سمل کی تھی پر بیٹھ رہا۔ معمل بند ہوتا تو احمد کر گھر چلا جاتا۔ کھلنا تو آکر کھلی پر بیٹھ رہتا۔ آئندہ روز ہوئے چیز نے اشخاص جسیں سے بات سن کی۔ تویں دن کہنے لگا اور ہر اشخاص جسیں پاس گیا۔ اس نے شیشی سے ایک خوراک لکھا اور اشخاص جسیں کے منہ میں ڈال دی۔ بولاً آدم گھنٹہ یہاں بیٹھ رہا پھر گھونٹے گئے تھے تانا۔“

آدم گھنٹے کے بعد اس نے اشخاص جسیں سے پوچھا۔“کچھ ہوا۔“ اشخاص جسیں نے نہیں سر ہلا دیا۔ ہوئے چیز نے سے بھوت ہن گیا بولاں لکھ جاؤ۔ میرے معمل سے لکھ جاؤ۔ گست آؤ۔ میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ تمہارے اندر کوئی بیٹھا ہوا ہے جو دو اکابر جانے نہیں دیتا۔

آج اس بات کو 38 سال ہو چکے ہیں اشخاص جسیں خود ایک ہوئے چیز بن چکا ہے۔ وہ قانون اصول کے پکر سے باہر لکھ چکا ہے۔ اس نے ہوئے جو تھک کو جین شروع کر دیا ہے۔ امکان غالب ہے کہ ہوئے جو تھک اس سے جلد باشیں کرنے لگے لیکن جس لکھ اس کی ذات کا سوال ہے آج بھی اس کے اندر کوئی بیٹھا ہوا ہے جو دو اکابر جانے نہیں دیتا۔

”آن، آف“

اس روز میرے اندر کا سوچ پر تھوڑی نکالے بیٹھا تھا۔ کچھ میں نہیں آتا تھا کہ
ہر چند روز کے بعد ایسا کیوں ہوتا تھا۔ ہونا تو چاہیے نہ تھا۔
میری جسمی تھیسٹ جیل کے پانچوں کی طرح ہے۔ بھروسی بھروسی۔ خشنی
میٹھی۔ اس میں باوجود کیوں کرواب احتساب ہے۔ چینی اڑتے ہیں۔

گلاب ہے ایک و فتنے کے لیے میں معلم ہو جاتا ہوں۔ کوئی اور میری جگہ
بر اعتمان ہو جاتا ہے۔ جیتی کی دکان میں ہاتھی آگستاہے پر چور کر جاتا ہے۔

میری مکمل کامل کتنا آسان ہے۔ ایک جسم۔ صرف ایک جسم کی طلب۔
جیتے جائے انتہی انتہی جسم۔ جسم تو ہے۔ خوبصورت جسم اور اس قدر قریب۔ میرا بائشی
مکان مغلول سے بحق ہے۔ ساتھ والے پیدوں میں انجی سوری ہے۔ جوتے میں اس
کے پیڑے پر کتنا الہیان۔ سکون اور مخصوصیت ہوتی ہے۔ انجی میری بیوی ہے۔ میرا
جنی چاہتا ہے کہ اسے اپنا آغوش میں لے کر خوب کوڑا سودہ کروں۔

پہلے بھی میں نے چھا ایک پار ایسا کیا تھا۔ وہ خلا یعنی اس سوسای میں کیا
کردا ہوں۔ آئیں ہم ہر ٹنگ۔ اسے گماں کردا ہوں ایسا اور رہا ہوں۔ ایسا کا
میٹھے میں زنا بالہ کام رکب ہو رہا تھا۔ وہ صدر دی تھی اتر پر دی تھی۔ کراہ دی تھی۔
میں رک گیا۔ یوں رک کر دنباہم مقدمہ بن گیا۔

اس بات پر مجھے تحریت ہوتی تھی۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ کیسے ہو سکتا ہے۔

انجی کو تو محظی سے بے پناہ محبت تھی۔ وہ بیرے لیے مجتی تھی۔ چاہتی تھی کہ سارا دن
میرے پاس پہنچی رہے۔ پھر طاپ سے اجتناب کیوں۔

اس زمانے میں میں سمجھتا ہوں کہ محبت اور خواہش ایک ہی کے کے دروغ
ہیں۔ انجی میری درسری بیوی ہے۔

میری پہلی بیوی زیب بڑی تھی مراجح تھی، فلکی، ضدی، اتفاقی۔ اس نے
میری زندگی اچران بنا کر تھی۔

انجی کے آئے سے میرا اگر بہت بن گیا تھا۔
..... پھر اہستہ اہستہ بھوپر اکشاف ہوا کہ محبت اور بیوی ہے خواہش اور..... اور
بیوی کی کٹوری خواہش کے گلاب سے خالی ہے۔

اس اکشاف سے میں خوف زدہ ہو گیا۔ مجھے یہ ذرا تھا کہ میرے اندر کا سور
اپنی تکھنیں کے لیے مجھے کسی اور رخ پر نہ ڈال دے۔ میں انجی کی محبت کو دینے کے
لیے کسی قیمت پر تباہت تھا۔

انجی کا لیس میرے ذہن پر اس قدر چھا گیا کہ میں کہہ کر میں سوچ میں چوکیا۔ کیا
اس تکلیف وہ صورت حال کا کوئی حل نہیں ہے۔ اس پر اہلم پر غور و فکر کرنے کے دو دن
مجھے پڑھا کہ صرف ہم ہی نہیں ہے۔ بہت سے میاں بیوی خواہش کی بے رخصی کا ٹکڑا
ہیں۔ کہیں میاں آن ہے اور بیوی آف۔ کہیں بیوی آن ہے اور میاں آف۔ یہ مسئلہ
اتسیس ہا بھی نہیں ہے۔ الاتا پر بھی ہے۔ کہیں بیوی روزانہ ہے اور میاں سماں ہی۔ کہیں
میاں بخت وار ہے اور بیوی ہا ہوار۔

ایک روز بیٹھے بھائے مجھے خیال آیا کہ شاید ہو سید و مکتبی میں کوئی ایسی دوہو
جو خواہش کو روک گیت کر سکتی ہو۔ ہو سید و مکتبی دعویٰ کرتی ہے کہ وہ صرف پیاروں کا
علاء تھی نہیں کرتی بلکہ تھیسٹ کی کیوں اور کچھ کمی دادا کرتی ہے۔ صاحبوں میں
ایک ہو سید و مکتبی ہوں۔ پر کیس کرتا ہوں۔ میرا مکمل آئینہ میں جگہ ہے۔ سامنے ایک

ایٹ مار کریں ہے۔ واہیں ہاتھ ایک تھیڑا ہے۔ واہیں ہاتھ سینا ہے۔ جس سے
محقق لاثیوں والی گلی ہے۔ جہاں لئے پہنچ جسم کچھ ہے میں اور چھپے دور۔ ساز و آواز کا
شاید مغلہ ہے۔ جہاں سے از سر شام ہی ساز بھانے کی آوازیں آئی شروع ہو جائی
ہیں اور جب رات بھکتی پہنچتا ہے تو ایوں کی تائیں دلوں کو سمجھنا ہیں۔

بیس اس روز سے مجھے ختن کی لگن لگ گئی۔ سچ شامِ دن رات میں نے تھتن
میں ایک کردیے مسلسل ایک سال کی محنت کے بعد مجھے دبو نیاں لگیں۔

اس دنیا کی غلیظی کاری کی شعبدہ بازی کا ہمی جواب نہیں۔ علاج حمالے کی
دنیا میں اس کی اونکا بھید چھپا رکھا ہے کہ جو بولی یا راری بیوہ اکرتی ہے وہی بولنی اس
بیماری کا علاج بھی ہے۔ جو بولی آف کر دیتی ہے اسی بولنی میں آن کرنے کی قوت
 موجود ہے۔ میں نے دوتوں بولنیاں پوچھا یہ کر لیں۔ ایک کا نام آن رکھا اور دوسرا کا
آف۔ اس کے بعد گریٹیشن کا کام آسان تھا بہم پر یہ صون سوار ہوئی کہ ان
دواوں کو آزمائوں۔ پہلے روز جب میں نے مارکٹ کے سمتیوں اور اس کی بیوی پر دوا
آزمائی تو براہ در دھک کر باختا۔ سینہ دکان پر جھینچتے کر دینے پکا تھا۔ اس کی
بیوی سگ سگ کر کاہن بھلی تھی۔

بیوی دوستے دوتوں کو بھر سے قائم کر دیا۔ اس پر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اُنھی
بیوی کیفیت دیکھ کر گھبرا گئی۔ میں نے اُنھی پر یہ راز نہیں کھلا تھا۔ بیراپر گرام تھا کہ
اسے تائے بغیر دو اکلا دوں۔

دوچار سریخوں پر آزمائے کے بعد میں نے آن کی ایک خوارک اُنھی کو کلا
دی لیکن اُنھی پر کوئی اثر نہ ہوا۔ یہ کچھ کر براہ در دھیکیا۔ بھر میں دیوانہ اور ہومیو پتھی کی
کتابوں کو کھنگا لے لے گا۔ ایسا کیوں ہوا۔ کیوں اُنھی پر دوستے اثر نہ کیا۔

ہومیو پتھی میں ایسا ہوتا ہے کہ کسی لوگوں پر ہومیو پتھک دو اثر نہیں کرتی۔
انہیں بنا کریں کہتے ہیں۔

میں نے اُنھی کا باریکہ دور کرنے کی ہر تکن کوشش کی۔ گھر بے کار۔ پھر میں
ماجیں ہو گیا۔ امید کی کرن گل ہو گئی۔ چاروں طرف اندر چاہی گیا۔
اب میرے لیے صرف ایک ہی راستہ تھا کہ خود کو اپ کروں میں نے آف
کی ایک ڈبل خوارک بنایا۔ میں اس وقت دروازہ بجا۔ اس وقت رات کے گیارہ
بجے تھے۔ مارکٹ بند ہو چکی تھی۔ سینہاں اور تھیز کا شور دب چکا تھا۔
گلی کی لاثیوں میں گل ہوتی چاری تھیں۔

دور شاید محل سے طرب افراد نہیں یوں سنائی دے رہی تھیں جیسے کوئی
دکھاران میں کر رہی ہو۔

بھرے سامنے آف کی ڈبل ڈور پڑی تھی۔
دروازہ بجا تو میں نے سوچا۔

اس وقت کوں ہو سکتا ہے۔

کیا میں اندر آ سکتی ہوں۔ پالی کی جھن جھن گئی۔ اور وہ اندر داخل ہو گئی۔
اسے دیکھ کر میں گھبرا کر انھوں نے جھٹا۔ آئے آجے۔ تکریض رکھے۔

اس نے مجھ پر ایک اسکی نظر ڈالی کہ میرا بندہ بندہ آن ہو گیا۔

"ڈاکٹر" وہ بولی "ہم آپ کے میئے چڑھی ہیں۔ اپر کے قطیں میں آئے
ہیں۔"

"جی" میں نے کہا۔

"جی۔" اس نے اپنی مڑکان کا پچھا جھلایا۔

بھرے اندر کے الگروں پر جھی ہوئی را کھاڑی۔

ہم بڑے سوچ لوگ ہیں ڈاکٹر۔ آپ آپ کریں گے گا اور ہمارے قیک
میں اس کی آنکھوں میں چکا ہرا ہی۔

بھرے اندر بیوی اسی کا سام بیدا ہو گیا۔

باہر بود پر کھاتا کر بیٹھ کے روز عمل بند ہے گا۔
دھات میں سوچا کیوں میں خود اور جا کر انہی دوادے آؤں۔ اس
نے کہا جو تھا۔ آپ ہمارے ہاں آیا کریں گے نا۔ اس وقت بند بند گوت سے
چلک رہا تھا۔ میں نے دونوں چڑیاں اٹھائیں۔ آن چڑی پر سرکھا آف پر ستر اور پھر
اوپر جانے کے لئے انھی بیٹھا۔

میں اسی وقت دروازہ کھلا اور سطید چادر میں لٹپی ہوئی ایک خاتون اندر
داٹن ہوئی۔ "آم ساری ڈاکٹر" وہ بولی۔ "آج عمل بند ہے لیکن میں مجبوں ہوں۔
میں آج ہی آسکتی تھی۔ ویری سوری ڈاکٹر"۔

تعریف رکھئے۔ میں نے برے دل سے کہا۔

اس کا بالا گھر بیٹھنے پر فتح تھا۔ ہر بار پر فتح تھی۔ انداز بے تکلف تھا۔
جم پر کشش تھا۔ اس میں پاپ تھی۔ لئے تھی نرت تھی گریس تھی!

"کیا تکلیف ہے۔" میں نے پوچھا۔

"اس وقت میں مریض کی حیثیت سے نہیں آئی۔" وہ بولی۔
"پھر" میں نے کہا۔

بولی "میں آپ سے ایک بات پوچھتے آئی ہوں۔"
کیا پاپ تھے آئی ہیں۔ پوچھتے۔

"میری فریضت کا براہ مائیئے۔ بلیز۔ یہ تائی کیا آپ کے ستم میں کوئی
اکی دو اپنے جو خواہیں کی آندگی کو پابند کے۔ اس نے یہ کہتے ہوئے یوں بازو
لہرائے اور ہاتھوں سے نہوت کی کہ بھیکل گیا۔ اسے یہ تو شاید ملکی ہے۔

آپ کو آندگی بامدھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے جواب دیا۔ آپ تو
آندگی کا جھوٹا جھوٹا ہیں۔ میں نے اسے پھر لیا۔ وہ مسکراتی بولی۔ "وہ کیسے ڈاکٹر؟"
میں نے کہا "آپ کو تو ہے موقع ماحصل ہیں۔"

دروازہ پر کھلا۔ ایک موٹا بھدا بھجا ہوا غصہ دالیں ہوا۔
آؤ آغا۔ وہ بولی۔ نیکو۔ ڈاکٹر وہ مجھ سے خالب ہو کر کہنے گی۔ یہ میرے
میاں ہیں۔ بیمار رہتے ہیں۔ کمزور ہو گئے ہیں۔

میں نے جمرت سے نوار کی طرف دیکھا۔
ایک طرف بند بند میں جان تھی ازندگی تھی ترپ تھی۔ رنگ کی ہوئی پنج تھی۔
دوسری جانب مردی تھی۔ بے صی تھی جموہ تھا۔

انہیں کھافڑ تھا دا آغا۔ وہ بولی۔

وہ تو سامنے دھرے ہیں۔ میں نے اس پر بامقی ٹھاڈاں۔
وہ سکرائی۔ جو مت بھری سکرائی۔

کل آپ کو دوہاں جائے گی۔ میں نے کہا۔ اسی وقت۔

"جیک یوڈا ڈاکٹر کہ کروہ مڑی گلڈناٹ اور دا بہر جلی گئی۔"

اس کے جانے کے بعد یہ تک سیرے ہاتھ پاؤں پھولے رہے۔ جسم پر
سرخ ٹوٹنے ریکھتے رہے۔ اندر کے سورنے تھوچنی ٹکالے رکی۔

پہنیں جان بوجھ کر یا بے خبری میں بھر پڑی ہوئی آپ کی ڈھل دوزکی
خواہیں لے لیں وہیں سونے پر لیٹ گیا۔

اگلے روز میں بے حد اسٹرپ تھا۔
سارا دن اٹی بار بار جم ان ٹھاہوں سے میری جاہب بیکھتی رہی۔ اس کی
ٹھاہوں سے بچتے کے لیے میں باہر نکل گیا۔ پہنیں اپاہاں پہنچ دھوٹا رہا۔

اس شام کو عمل کا نامہ تھا۔ بہرحال شام کو عمل میں بیٹھ کر میں نے دو
خوراکیں ہائیں۔ ایک آن کی دوسری آن کی اور پھر پڑی وہ اتنے انتظار میں بیٹھ گیا۔

رات کے گیارہ بجے بچتے خیال آیا کہ شاید وہ لوگ آئیں چونکہ عمل کے

دوہنی اور بولی۔ ”ڈاکٹر کو آپ اتنے سس انفارٹی ہیں۔ خواہ کی طرح کیا
آپ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ ماہار پروفیشن عیاشی ہے۔“

”تلدھل ہے کیا؟“ ”میں نے کہا۔“

”بولی“ ڈاکٹر جہاں تک ڈیرائیر کا تعطیل ہے ہم تو گرجا گھر کے چڑھے ہیں۔
وہاں کھانے کو کچھوں ہوتا۔“

”ڈاکٹر وی آرسکس ساروڈ۔“ برم پاریوں سے بھی بدتر۔

میں نے جست سے اس کی جانب دیکھا۔

کس نے جوش میں آ کر جادو اتار کر میز پر رکھ دی۔ پنجے سے جھوٹا ہوا بید
مجھوں لکھ آی۔ بولی ”ڈاکٹر ہمارے پروفیشن کے دو طالبے ہیں۔ دوسرے کو اسکا وہ۔

اس کے اندر کو ہوا دیکھن خود ان بسترہ ہو جو خود ہلاک اٹھے وہ دوسرے کو کیے
بھڑکا کرے۔ ہم پر بڑی پاندھی بیان ڈاکٹر۔ لگاہ پر پاندھی دل کی دھڑکن پر پاندھی
قدم قدم پر پاندھی لین سب سے بڑی پاندھی یہ ہے کہ پانی میں روپ بھکر دیں۔“

”آپ کی بیٹگ جو ہوتی ہے۔“ میں نے کہا۔

”ہاں ہوتی ہے ڈاکٹر، لیکن آپ نے وہ خادو سننا ہو گا۔“

”ڈاکٹر ہم میڈکال ہیں۔ بہت FEW AND FAR BETWEEN

کم لوگ ایقونڈ کر سکتے ہیں۔ اس کے پر یکس عام ہاڈس و اونچ ہاتھ کا بیڑا ہے۔ وہ
مفت کا مال ہے۔ جب چاہو ہاتھ بڑھا لو اور اور اونچ ہاتھ کا کیس ہے۔ ہم

”ABSTINANCE کا۔“

”تھی تھیم ہے آپ کی۔“ میں نے پوچھا۔

”سینر کھیرج ہوں۔“ اس نے جواب دیا۔ ”آج کل پروفیشن
میں ان پڑھنیں پڑیں میرک بھی نہیں۔ میرک صرف جسم یہ نہیں مانگتا وہ
COMPANIONSHIP پلاتتا ہے۔ آپ ہوں پلگر ہو گنگو ہو۔ ہمیں غصتی

میں رنگ بھرنے پڑتے ہیں۔ دوسروں کو بھانا بڑے مشکل فن ہے ڈاکٹر!“
”بڑا دلچسپ بھی تو ہے۔“ ”میں نے کہا۔“

اس نے ایک لبی آہ بھری۔ بولی ”ہاں دلچسپ ہے یعنی Painful ہو جاتا
ہے۔ بڑا ہمیں فل۔ سہارا نہیں جاتا ڈاکٹر“ ”وہ کیسے؟“ ”میں نے پوچھا۔“

”آپ عورت کو بیس چانتے ڈاکٹر۔ آپ ہاہر جیتے ہیں وہ احمد جیتی ہے۔
آپ تیرتے رجھتے ہیں۔ وہ ڈوب جاتی ہے۔ آپ رک جاتے ہیں وہ چھڑی راتی
ہے۔“ وہ خاموشی ہو گئی۔ اس وقت اس کے بند بند میں بیکھر بیدا ہو گئی تھی۔ گلائیا
چیزیں ایک آنسو ہو۔ اب گرا کا گرا۔ اسے دیکھ کر میرا دل بیٹھا جا رکھا۔

وہ بولی۔ بیچھے اپ سے کہر دی ہو۔

”بھارتی بھارتی کی خود پھر جاتی ہے۔ اندر کی سکھی ہوئی پیاس کہتری
باہر لکھ آتی ہے۔ سکیاں لتی ہے بند بند میں اس کی کراہیں گوئیں ہیں۔ دکھ بھری
کرایں۔ پھر وہ لکھیوں میں بدل جاتی ہے۔ مرے وقت کی لپکیاں۔“
وہ اونچ پیشی۔ بولی ”وہ مری تینیں ڈاکٹر۔ مرے چاتی ہے۔ مرے چاتی
ہے۔“

دروازے میں چاکر دہ رک گئی۔ بولی ”اگر آپ کے پاس کوئی دوا ہو
ڈاکٹر...“

”ہے!“ میں چالا یا۔ ”ہم اس کہتری کو ریابا بخ کر سکتے ہیں۔ زندگی دے
کتے ہیں میریم۔“

”میں ڈاکٹر۔“ وہ بولی۔ ”اس طرح کرب بڑھے گا۔ آپ فنیں جانتے
ڈاکٹر پر بہت ڈیڑا بیرکتا بڑا عذاب ہے۔ اونہوں ڈاکٹر وہ مر جائے بیٹھ کے لے
مر جائے۔“

”کیوں نہ بچنے۔“ میں نے کہا۔ ”بیٹھ کے لے جنے۔“

"پسیں ڈاکٹر" وہ بولی۔ "میرے پروفیشن کی عزت کا سوال ہے۔ میرے

گرانے کی عزت کا مطالبہ ہے۔"

کھاک سے دروازہ بند ہو گیا۔ درجا تھی۔

اس کے جانبے کے بعد کمرے میں کچپ اپنے ہمراج اچانگیلے۔

اس کے آخری لظاہ میرے دل پر بیان کرنے ہی نہیں مل گرتا ہے۔

بال اللہ یہ خاتون اپنے پروفیشن کی عزت کے لیے اتنی قربانی دینے کے

لئے تیار ہے اور پروفیشن بھی وہ جو ہمارے ذریعے کی تھکانہ انسانیت ہے اور اس گرانے کا

وقاً جو گرفتار ہیں بلکہ تماشی میں کاچ بارہ ہے۔

جہاں خواہیں کی آگ کو ہوا دی جاتی ہے۔

میرے اندر کا سر جو تھوڑی لامے بیٹھا تھا۔ چاؤں چاؤں کرتا ہوا مند چھا

کر بیٹھ گیا۔ بالی کی بات نے نظرت اور حکارت کی بوجا گزار کر مجھے بھکر دی۔ احساس

شرمندگی سے میں پانی پانی ہو گیا۔ میں نے دیوانہ وار میز سے دلوں پر بیان اٹھائیں۔

ان پر لکھے ہوئے الفاظ مخادیع اور از سرو آن پر سائز اور آف پر سائز لکھ کر انہیں دراز

میں رکھ دیا۔ پھر میں نے فرش پر گردی ہوئی وہ آف کی ڈیل ڈوز پر یا اٹھا۔

-----o-----

قول کرو ایک رہو دوئے بنو

صاحبہ اماری ساری مشکلات اس لیے ہیں کہ ہم قول نہیں کرتے۔ قول
نہیں کرتے تو چودہ کی۔ وقت یہ ہے کہ ہم رو گئی نہیں کرتے۔ اس کھلائی گئی رہتی
ہے۔ ماںوں شہماںوں۔ ماںوں شہماںوں۔ آراش آرا چلتے رہتے ہیں۔ چلتے
رہتے ہیں۔ درسرے الفاظ میں ہم اپنے ٹکٹکے کھاتے رہتے ہیں کھاتے رہتے ہیں۔ نہ
ڈوبتے ہیں۔ نہ سیرتے ہیں۔ یہ ذہنی کیفیت ہماری پیپرا کرتی ہے۔ ڈاکٹر کہتا ہے جگر
خراپ ہے جگر کی دو نیاں کھاتے ہیں۔ ہمیں ڈاکٹر کہتا ہے علمات ہتا ہو۔ پیاس لگتی
ہے۔ تکلف رات کو ہوتی ہے یادوں کو۔ گری میں یا سردی میں۔ وہ بھی جسمانی علمات
لکھ کھدو رہتا ہے۔ ڈاکن کی بات وہ بھی نہیں پوچھتا۔ معلم کہتے ہیں کہ جسم ہماری
جزیت کرتا ہے۔ آپ ہی جزیت کرتا ہے۔ آپ ہی ہمارا پڑتا ہے آپ ہی نتھے ہے۔
آپ ہی جب ہے۔

صاحبہ راغو رکیا یہ بات ہوتی ہے کہ آپ ہی مارتا ہے آپ ہی مارکھاتا ہے۔
ٹیکریا کے بارے آپ کہتے ہیں کہ جگر جزیت کرتا ہے جنم ہمارا پڑتا ہے۔
بات بھی میں آتی ہے۔ افسوسنا کا بات یہ ہے کہ آج ہم کسی مخالف نے یہیں کہا کہ
ڈاکن جزیت کرتا ہے۔ جنم ہمارا پڑتا ہے۔ ڈاکن پر ماحول کے اثرات ہوتے ہیں۔

ماحل پر لئے رہے ہیں اس لیے بیاریاں بھی اوقیانی رہتی ہیں۔ سیانے کہتے ہیں تہذیبوں کی بھائیش کے لیے دوسرے آتے ہیں۔ ایک قیام کا دروازے کرت کا۔ حرف کے دور میں بھاگم بھاگ ترقی ہوتی ہے۔ نئے خیالات نئے خیالات نئے اندراز بورش کرتے ہیں۔ ذہن اس بورش کی وجہ سے بھڑکی طرح بجن بھن کرتا ہے۔ پھر قیام کا دور آتا ہے سکون چھا جاتا ہے ذہن کے خیالات آہست آہست قطرہ قطرہ دل میں گرتے ہیں اور جذب ہو جاتے ہیں۔

ان اداوا کو سمجھنے کے لیے گائے کی مثال ہے۔ گائے کھاتی ہے کھاتی ہے کھاتی ہے کھاتی ہے جانی ہے دراصل وہ کھاتی ہیں خواراں کو سورکھی ہے پھر طیاراں سے بینے کرآہست آہست سورکھی ہوئی خواراں کی جکالی کرتی ہے۔

میرے زمانے میں قیام کا درود تھا۔ قیام کے دروکی بیاریاں اور ہوتی ہیں اب حرف کا درود ہے حرف کے دروکی بیاریاں اور ہوتی ہیں چونکہ دردبار ہتا ہے تو ماحل بدل جاتا ہے ماحل ذہن پر اثر رکھتا ہے۔ ذہن جسم پر اثر رکھتا ہے۔

ہو جو ہدیٰ کے بابے ذہن کو بہت اہمیت دی جی پڑھنی وہ اہمیت کیوں قائم نہیں رہی۔ بابے کہا تھا سے پہلے ذاتی علامات کی طرف توجہ دی جائے لیکن مشاہیر نے اپنے سلسلہ علمی نتائج میں ذہن کی جای سے کروادیت لکھی۔ یعنی بیاری کو جسم سکن مدد و کردیا۔ اگر جسم بیاری ہزیز ہے کرتا تو مختلف تہذیبی ادارے میں بیاریاں کی نویجت نہ ہوتی۔ دیسے تو بیاریاں کی طفیل اور کاروائے بھی بدینتی ہیں خلاصہ امیر لوگوں کی بیاریاں اور ایں غریب کی اور۔ پڑھنے لکھنے جو سوچوں میں پڑ رہے ہیں ان کی بیاریاں اور جس جوخت اور مشقت کرتے ہیں ان کی او رخندی میںی خصیتوں کی اور شرارت پسندوں کی اور۔

کہتے ہیں پرانے زمانے میں ایک ریس رہتا تھا۔ وہ کھانے پینے کا بہت شو磬 تھا اس لیے وہ روز بزرگ موٹا ہوتا جاتا تھا جیسی کہ اتنا موٹا ہو گیا کہ چنانچہ ناشک

ہو گیا۔ بہت سے بھیسوں کو کھایا وہ سب کے سب کہتے کہ کھانا پناہ کم کرنا پڑے کہ پر بیز کرنی ہو گی اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔ کھانا پناہ کرنا یا پر بیز کرنا سے قابل قبول نہ تھا۔ اس نے اپنے ادوی پاراٹ ملٹر روانہ کیے ان سے کہا کہ جاؤ کوئی ایسا سکیم خلاش کرو جو کھانے پینے کی بیدش نہ اے دواؤں سے علاج کرے۔ ایک سال کے بعد اس کا ایک ملازم لوٹا کہنے لگا سار کار میں نے ایسا سکیم دیکھا ہے جو پر بیز نہیں کرتا ان نہادوں سے علاج کرتا ہے۔ کسی کو کہتا ہے کہ تو چھل کی کسی کو سمجھی چیزیں کھلاتا ہے۔ کسی کو پچھل کھانے کی چاکید کرتا ہے۔ یہ سن کر سکیں خوش ہوا جو علاوہ عجیب کس ملک میں رہتا ہے۔ خادم نے کہا جناب وہ جمیں میں رہتا ہے۔ ریس نے حکم دیا کہ فراہمیں جانے کی تیاری کی جائے۔ چچا ایک ماہ کے لیے سفر کے بعد وہ قائدہ چین پہنچا۔ ریس سعیم صاحب سے ملائکہ نگاہ جتاب مجھے پڑھا کہ اپنے غذا سے علاج کرتے ہیں اس لیے کھانے پینے سے پر بیز نہیں کرواتے اس لیے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں ہوں۔ سعیم صاریح بات بھاٹ گیا کہنے کا فکر کریں میں کوئی پر بیز نہیں کراؤں گا۔ اس نے ایک کرہ ہو یا جس کا فرش لوئے کا تھا۔ ریس سے کہنے لگا جناب ایک تکلیف کرنی پڑے گی آپ کو دروازہ ایک آدمی گھنے کے لیے اس کرہ میں کھرا ہوتا پڑے گا۔ پر بیز و بیز کوئی نہیں بھوتی چاہے کہا گی۔ اس بات پر ریس بہت خوش ہوا۔ اگلے روز ریس کو کرے میں کھرا کر دیا گیا۔ فرش کے لیے بھتے انکاروں پر جری اگلی بھائیاں رکھ دی گئیں۔ فرش گرم ہوا تو ریس کے پاؤں جلنے لگا اس نے تھنخیں مارنی شروع کیں لیکن کوئی بھی مذکورہ بکھرا۔ پہلی ریس پورا ایک گھنڈ فرش پر رہا۔ ایک پاؤں جلنے لگا تو اسے خلیا تھا پھر دروازہ جلنے لگا۔ ایک گھنڈ میں سارا جنم پسے سے شرابور ہو گیا۔ ایک میٹنے میں ریس کا سوٹا پاہت کم ہو گیا۔ ریس رخصت ہوئے کا تو سکھم کے کھا آپ کے خادم نے جو آپ کو بتایا تھا وہ سمجھ تھا۔ میرے علاطے میں غریب لوگ رہے ہیں۔ غریب خواراک کی کی کی وجہ سے بیار پڑتے ہیں اور امیر

لوگ خواراک کی بہتات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اس لیے میں پیداولوں کو خواراک کھلانا ہوں۔

میرے دوست ڈاکٹر ابدال بیلا کا خیال ہے کہ ابھی بی بی ایس کے کووس کی ہر کتاب کے ہر صفحے پر حل و رسم میں لکھنا چاہیے کہ ابھی ہم انسانی جسم کے درستگی کو پوری طرح سے کچھ نہیں پائے تاکہ ڈاکٹروں کے دلوں میں تباہ پیدا نہ ہو اور وہ دوسرے طریقہ علاج کو ہمارت سے نہ کیجیں۔ ہمارے آباء گرشتگی ایک صدیاں یعنی طریقہ علاج کے مردوں سخت رہے۔ مردوں کے طریقہ علاج آج یعنی طب پر خلاف زن ہے۔ مردوں کے طریقہ علاج نے عام کو ہو جو یہ تحقیقی سے بدن کرنے کی پوری کوشش کی۔ انہوں نے کہا ہو جو یہ تحقیقی سائلکٹ طریقہ علاج نہیں ہے چونکہ ہو جو دو اکلیں میں نیک کریں تو اس میں کوئی میزبانی نہیں اور یہیں پائی جاتی۔ پھر ایک روز سانس کی ایک لیب میں یہ بات ثابت ہو گئی کہ اگر دو اکلیٹ کردیا جائے تو اس میں شفا کی طاقت بڑھ جاتی ہے لیکن دوسرے لفظوں میں خاص وہ انتقال کندہ نہیں پہنچاتی جتنا Diluted ہوا۔ یہ خیر ایک سائنسی جریدہ میں چھپ گئی کہ ہو جو یہ تحقیقی ایک سائلکٹ طریقہ علاج ہے تو اسی پر چک دو ساز کپینیاں جو آج بے حد طاقت رہیں انہوں نے اپنے فٹزوں کے دریے جریئے کو ہٹھیں دی کہ خیر باہمی جائے اگر وہارہ شائع کی جی تو... سیانے کئے ہیں دھمکیوں سے حقیقت دیاں نہیں جا سکتی۔

یہ خیر جملہ مفترض قائم رکھتا ہے کہ کوئی طریقہ علاج کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک ذاتی سکافٹر کو ابھی نہیں دی جاتی۔ میرا ایمان ہے کہ ہو جو یہ تحقیقی ایسا کم کر سکتا ہے۔ حصہ غذت، حمار، ناخدا، انتقام، طبع، حرم، شہوانیت جیسے ذیلات اور جذبات کو درمیں کر سکتا تو کم از کم ان کی شدت میں کی پیدا کر سکتا ہے۔ کدار میں تو ازان پیدا کر سکتا ہے۔

صاحبو اسلام کیا ہے اسلام تو ازان کی ایک کیفیت ہے۔ ہمارے نبی حضرت محمدؐ فرماتے ہے لوگوں میں رو حمدیں نہ توڑو۔ اس لحاظ سے ہو جو یہ تحقیقی مذکور طبقی علاج ہے جس کی بات ہے کہ ہو جو یہ تحقیقی کی سرتال پر چار بارے ہیں۔

چند ماہ ہوئے میں نے ایک افسانہ لکھا تھا عنوان تھا "آن آف" اس کی باتی میں میں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ ہو جو یہ تحقیقی میں ذہن پر اثر کرنے کی قوت موجود ہے وہ بھی خواہیں میں تو ازان پیدا کر سکتی ہے۔ ہو جو یہ تحقیقی ڈاکٹروں کو اس جانب تو چکری چاہیے۔ میری اس تحریر پر ایک ہو جو یہ تحقیقی ڈاکٹر نے سخت تقدیم کی انہوں نے لکھا:

المیثیر کے نام

(دریکار اسلام کارکی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں)

"میں 1993ء کا ہو جو یہ تحقیقی میکرین وصول ہوا۔ اردو حصہ میں "آن آف" پھٹکار کافی دلچسپ مضمون ہے کہ کوئی اس میں جنیت کا اکھبار ہے۔ ممتاز مفتی صاحب اضافے اد بہ ہیں ان کی تحریر کا قابل تعریف ہونا کوئی بڑی بات نہیں اور غالباً انہوں نے یہ ہو جو یہ تحقیقی کی تفہیک بارہتھری کے لیے لکھا ہے مگر اس سے ہو جو یہ تحقیقی سائنس اور فریشن دوپوں کو دھپکا لگتا ہے۔ دوسرے طریقہ ہائے علاج میں بھی علاج وہ ڈاکٹر صاحب ان کا مستورات کی طرف اپ بھی رہ جائیں ہو سکتا ہے مگر ان کے رسائل و جوابوں میں انکی تحریریں تحریریں کی جاتیں۔ طب ایک مقدس پیش ہے جو یہ ڈاکٹر پر کوشش مریض میں دلچسپی لینے لگتے ہیں وہ مریخ استمرست ذہن و جسم کے ماں کی نہیں ہو سکتے بلکہ خود مریض ہیں۔ شادی شدہ کو تو اپنی ایک یا چار تک بیویوں پر پڑھ لے دیاں وہ تحقیقی دوپوں کا خاتمہ سے ان کو Support کر کے پر قائم ہونا چاہیے اور اگر شادی شدہ نہیں تھیں تو بھی رب العزت کا حکم یہ ہے کہ جو لکھاں یا یہی کہنے کا مقدمہ رکھیں رکھتے

انہیں عظیف رہتا چاہیے۔ طبیعت ذاتی وجسمانی محنت دوں پر لاگو ہے لہذا استعمال
ہے کہ ایسے معلمائیں ہو یہ پتھک بیگونے میں خوسما اور دوسرے ہو یہ پتھک
رسالوں میں بالعموم شائع نہیں ہوتے چاہیں۔ اگر ملک کو سکول تو یہی اتحاد جناب
متذار مقنی صاحب کو پہنچا دیں خواہ بذریعہ خط یا اسی خط کو رسال میں شائع کر دیں۔
شکریہ۔

(ہو یہ پتھک ڈاکٹر محمد شیرپھللوی خلیج جبل)

ایسے مقدس ہو یہ پتھک ڈاکٹروں کے بارے میں میں یہی عرض کر سکتا
ہوں کہ اللہ انہیں بات کھٹکی کی تو قبولی عطا فرمائے۔ بہر حال جسمانی محنت کے حصول
کے لئے ذاتی محنت لازم ہے اور ذاتی محنت حاصل کرنا ہو تو کھٹک پیدا نہ ہونے دو۔
ایک رہنمودو حصول میں پڑھنے دو۔ ایسا ہو کہ اندر کچھ باہر کچھ اور شدت پیدا
کرو۔ حقیقی خیالات سے پر ہیز کرو۔ صاحبو تماری ساری مشکلات سے اس لیے ہیں کہ
ہم قول نہیں کرتے رو بھی نہیں کر سکتے درمیان میں یہیں لئکے رجی ہیں جیسے گزری کا
پڑھ دلم۔ یہ کیفیت یہاری بیدا کرتی ہے۔

اگر سیرے دل سے آواز آتی ہے کہ میں بڑا خیس ہوں تو مجھے لااحول پر کر
اسے دہانا نہیں چاہیے۔ اگر سیرے اندر سے آواز آتی ہے کہ میں نے فلاں بات میں
کینٹکی کی۔ تو مجھے لااحول پر کر اسے دہانا نہیں چاہیے۔ اگر میں دل کی اس خاموش
آواز کو کاہر پنڈ کوں کہا میں نے کینٹکی کی ہے یا سیرے دل میں فلاں نہیں کے
متعلق حسد کا چہہ پر ہے۔ ووچار پار یہ بات دہرا دیں اور قبول کرلوں کریج ہے۔ تو
میری کینٹکی دو رہو جائے کی حسد مضم پر چائے گا۔ اگر میں مان لوں کریں غصتے میں
ہوں تو میرا غصہ حسد مضم پر چائے گا۔ میں دونوں ہوں گا بلکہ ایک رہوں گا اس کا آسان
طریقہ یہ ہے کہ اگر آپ غصتے میں ہیں تو قبول کریجئے کہ میں غصتے میں ہوں اگر میں
حسد کا فکار ہوں تو قبول کرلوں کہ میں حسد کا فکار ہوں۔ یہ طریقہ صوفیوں نے راجح کی

تھاکر

جو ہے الحمد للہ کر ہے
جو نہیں ہے الحمد للہ کر نہیں ہے
سائے کہتے ہیں کہ ذاتی سکون بڑی دولت ہے اس دولت کو پانے کے لئے
اللہ پر ایمان لانا بڑا ضروری ہے۔ کہتے ہیں کہ اللہ ایک سرہانہ ہے جو دوست کر کے لئے
سکون میری کرتا ہے۔
اور صاحب یہ را ایمان ہے کہ ذاتی واصطراق علاج ہے جو ذاتی محنت
نہیں کہا ہے بشرطیکہ ہو یہ پتھک ڈاکٹر کوچ کرے۔

-----o-----

آبادی ساختہ ہزار تھی۔ یہ 1916ء کی بات ہے۔ مختیاں محلے کے قریب ڈاکٹر مسلکہ راج آنند کا پہلی خاکہ کرا لے مجھے اکثر دوائیں کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ ڈاکٹر مسلکہ راج بہت اپنی محلی حراج کا آدمی تھا۔ طبیعت کا شاخناہ محلہ اس کے پہنچان میں دو پر بحیرہ رومی کی پیلے ہم اس کے کپڑا ڈھندر کے پاس جاتے چونکہ تمام نئے کپڑا ڈھندر کے پاس فروخت کر دیے جاتے تھے۔

ڈاکٹر پیپر پارکا نے ہے کیا آنکھ دیجئے۔ پھر وہ بچھا بڑاں لائے جیس آپ؟ اس کے بعد اکثر نوجوان سامنے رکھ کر سوالات پوچھتا تھا: تیرتوٹ گیا، کیا کھائی کم ہوئی یا نہیں، غلغم آتی ہے کیا؟ جوابات سن کر وہ نوجوان میں ترمیم کرتا رہتا۔ کسی دو ایک مقدار کم کر دیتا، کوئی دوا کاٹ دیتا، تی دوا شامل کر دیتا۔ پھر وہ ترمیم شدہ نوجانے کر میں کپاڑوں کے کرے میں جاتا۔ کپاڑوں کے کرے میں چاروں طرف شیل گے ہوئے تھے جن پر دو ایک روپی بھٹی۔ میز پر Measuring Glass لینے شکستہ کیا جاتا ہے کہاں ہوتا ساتھی ایک چھوٹی سی ترازو ہوتی۔ کپاڑوں نے کے مطابق دو انیساں ناپ توں کر کشی میں ڈال دیتا اور میں شیشیے لے کر گھر آ جاتا۔ نوجونوں میں ڈاکٹر مفرید دواداک سے واقع ہوتے تھے اور ان کے اڑات جانتے تھے۔ بازار میں مفرید دواداکیں عام تھیں۔ ان دوویں بازار میں Dispensing Chemists کی کافی بھی ہوتی تھیں جو سخونیں کی دو ایساں بنایا کرتے تھے۔ نیز لکھا بہت بڑا فن تھا۔ اس کا مجھے احساس ہیں ہوا کوئی جو جوانی میں مجھے "سلسل بول" کی بھائیت تھی۔ جیسون کا علاج کریں ادا کریں دو ایساں کھائیں کچھ آف اسے ہوا۔ میرے سایک کزن ڈاکٹر تھے والیت کے ہمپتاں میں کام کر سکتے تھے۔ جو تقریباً کار تھے۔ انہوں نے مجھے خالکھا کی میرے اس آواز دیں کام کر سکتے تھے۔ میرے دو ایساں جاؤ گے۔

اس زمانے میں ڈاکٹر فیض مفتی جیل روڈ پر ایک بیٹگی میں متمم تھے میں ان کے پاس چانے سے گھبراانا تھا اس لئے کہ انہوں نے ایک انگریز ہوتے شادی کی

بولو... جواب دو

امریکی افراد کو خلایت ہے کہ امریکی اداکار غلط نئے لکھتے ہیں جو کام کے کی جائے تھا دہ بات ہو رہے ہیں۔ پر پڑھ کر جرت ہوئی اس بات پر کہ کیا ذاکر اس بھی نئے لکھتے ہیں؟

نئے لکھنا تو ایک قدیم رسم تھی جو عموم داراز سے متزوک ہو یکلی ہے۔
مارے ہال تو عصر داراز سے ادا کرنے والیں لکھتے بکھرے بے لکھتے ہیں۔ نہ مر یعنی کوچہ
ہوتا ہے کہ ذہنے میں کون کون سی دادا کام رکب ہے نہ داکڑ کوچہ ہوتا ہے۔ یہ یہودیوں
سرف دواز اسکی پہنچی جانی سے جس نے دو ڈینہ یا ہاتھا سے۔

دو سازکنیاں بھی تقداد میں بہت زیادہ ہیں، ہر کمپنی اپنے ذمے بنا لی
ہے اور ہر ذمہ پر اپنا مخصوص شان اور نام لکھ دیتی ہے۔ اس کے بعد سب سے مشکل
مرحلہ آتا ہے کہ ڈاکٹروں کو اس بات پر ماں کیا جائے کہ وہ مردیں کس کے لیے ان کا کام یا
ہوا اپنے تجویز کریں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹروں کی توجہ حاصل کرنے کے لیے تجھے
تحکماں کا انتظام کرتا پڑتا ہے۔ اس مدد پر ہر دو سازکنیاں کمپنی اسلامیہ تقریباً اسی ارب ڈالر
خرچ کرتی ہیں (جبکہ آخر مردیں سے محوال کیے جاتے ہیں) مجھے یاد ہے کہ جب
میں چونچی جماعت میں پڑھ کر تھا ان دونوں ڈاکٹر نے کہا کرتے تھے۔ ان دونوں
کمپنیاں کا ڈاکٹر میں رہتا تھا جو صلنگ گورادس پوری کی تفصیل تھی۔ مثلاً بہت بڑا قبضہ
فائدے متعلق ایسا کافی فصیل بندھر جس میں آئندہ دن دروازے تھے ان دونوں ٹالائے کی

میں ہی انسانی صحت کا راز ہے جو محالج مفردو دا اور اس کی خاصیتوں سے واقع نہیں ہے وہ کسی اچھا ماحن پائیں ہیں سکتا۔ ہامن کی باقیوں نے دنیا کو جیت ساز کر دیا۔ اس سے پہلے یہاں کی شخصوں میں دس دس چند روپہ چند روایات شامل ہوا کرتی تھیں جس نئے میں زیادہ دوایاں شامل ہوتیں اسے زیادہ پر کم جا تھا۔ لوگ ہامن کی باعث سن کر جوان ہوتے تھے اسے پہنچا دویں ہے جو لے چڑھے طلاقی مرواریدی شخصوں کے دور میں مفردو دا کی بات کر رہا ہے۔ اس زمانے میں جو ہی بولٹھوں کا رواج تھا جن ہی بولٹھوں کی زیادہ ترقیت تھی ہوشکل سے دستیاب ہوتی تھی۔ ہر بولے ہوئے جو ہزار گزار بولٹھوں میں پا سار بولٹھوں کی خاٹ میں سرگردان پھرا کرتے تھے۔

اسے پہنچا دویں ہے جو تجھی اور مشکل سے حاصل ہونے والی بولٹھوں کی بھاجے عام روزمرہ استھان کی چیزوں کی ادویات کا پھار کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ ان عام چیزوں سے بھالی ہوئی ادویات مرواریدی شخصوں سے زیادہ پڑھیں۔ اس درویش نے روزمرہ استھان ہونے والی چیزوں کی دو ایکس ہا کرانی صحت پر ان کے تفہیم اڑاث کو ثابت کر دیا۔ ہامن نے دو کو ہمیچی چیز نہیں۔ اس نے اسکو کوڈا بنا دیا مرچ کی دو بیاندی بلندی کی دو بیاندی پیاز کی دو بیاندی ان تمام چیزوں کی دوایاں بیاندیں جو ہم صد جوں سے ہاندی میں استھان کر رہے تھے۔

صاحب ہو کیا آپ نے کسی سوچا ہے وہ کتنا غیر مان تھا جس نے ہماری ہاغی ایجاد کی تھی۔ اس زمانے میں Balanced Food کاصور ہی موجود تھا۔ پھر اس غیر مطہر تھے ہاغی کی ٹکل میں کروٹس میں گوشت بھی ہے سبزی بھی ہے شورپ بھی ہے نسلک بھی ہے مرچ بھی ہے پیاز بھی ہے اسکی بھی ہے بلندی بھی ہے اور پائیں کیا کیا ہے۔ اسے کہا احساں ہوا کر کھانے میں جائز کش اجزا کا ہونا ضروری ہے اسے

ہوئی تھی۔ اور میں یہم کے گھر بننے سے گھر اتنا تھا۔ خیر بھروسی میں مجھے جانا ہی پڑا۔ فیض نے کہا اس بچکے میں یہ بھروسی ہے کہ یہاں پر بینہوں میں اٹھنے والا جو نہیں ہے اس لیے تھیں تکفیل تو ہوگی۔ میں نے کہا میں توہار بار بیٹھا کر رہا ہوں۔ فیض نے کہا اس میں کیا مشکل ہے۔ کوئی کے ادگر اسی ساری زندگی پر یہی ہے باہر لکل کر پڑھاٹ کر لیا کرنا۔ البتہ خیال رکھنا ہم نے ایک کتاب پڑھا ہے وہ بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی کہ وہ کتنی بھی نئی کا ایک حصہ تھا۔

ڈاکٹر نے لٹو لکھتے میں تین چاروں لگا دیے۔ اس پر مجھے فدا کی۔ میں نے کہا کیا آپ مجھے ہاں رہے جی؟ وہ سمجھی گے کہنے کا آپ کا نزد تو ہمکار کھا بے لیکن ایک دو ایک مقدار کے متعلق میں فیصلہ ٹھیں کر سکا اس لیے اس دو ایک متعلق لڑکوں پر ہدراہا ہوں۔

اس روز عکلی پار مجھے نئے کی اہمیت کا احساس ہوا کہ دو ایک مقدار کے متعلق اتنی چھان بین کرنی پڑتی ہے۔ بہر حال اُنھی تباریوں کا تو اکثر نے میرے خالے کیا اور کہا کہ کسی ڈنپنگ کیست سے خواہیں اسی شام میں دو دو ہا کر لے آیا۔ ڈاکٹر کو پہلے چلا تو وہ کہنے لگا کہ یہ دو اس کیست سے خواہی ہے یعنی وہ کوئی فراز کمیتی ہے۔ یہ دو ایک نہیں ہے۔ میں نے پوچھا جس آپ کو کیسے پڑھا کہ یہ دو ایک نہیں ہے۔ کہنے لگے اس دو ایک اچھا جز پڑھتا ہے جو پانی میں مل نہیں ہوتا۔ اسے مل کرنے کے لیے باقاعدہ ایک پر سک کر پڑھتا ہے جس میں وقت لگاتا ہے اس لیے یہ دو ایک دن میں چار نہیں ہو سکتی۔ تھیری ہے کہ دو میں صحت عامہ سے متعلق Initiative ڈاکٹر کے باحکمیں تھا۔ اب اس پر دو میں صحت عامہ دو اسراز کپنی یعنی ہاجر کے ہاتھ میں ہے۔ ڈاکٹر کا متصود صحت قاتا جراہ کا تصود منافع ہے۔

ہامن کی ابتدائی زندگی ایجادی تھی سے مختلف بربریوں لکھنے میں برس ہوئی تھی دیسے طبعاً دو ایک درویش آدمی تھا۔ اس نے ایک بہت بڑا راز پالیا کہ مفردو دو اؤں

کیسے پڑھا کر ہم دل کی تقویت کا پاٹھ ہوتا ہے۔

ہنسن نے باطنی کے تمام اجزاء کو دیا تھا، ہنا کر علاج معالجے کی عورت کو امر کے مکون سے نکال کر فرنپیوس کی بھروسہ بیوں میں ڈال دیا۔

یہ دیکھ کر مردوجہ طرق علاج کے اچارہ دار تاجروں کے دل یقینگے۔ اگر لوگوں نے اس دروش کے طریق علاج کو قبول کر لیا تو ہمارا کیا ہے؟

ڈاکٹروں اور دوسرا ساز کپیبوں نے مل کر یہ خبر ساری دنیا میں پھیلا دی کہ ہنسن کا طریق علاج سا نکل گئی ہے۔ پھر سالہاں سال کے بعد ایک غفرہ و نما ہوا۔

سائنس کی ایک ایسی پاکشاف ہو گیا کہ ہو ہیو ڈی ٹھی کا طریق علاج سائنس کے اصولوں کے میں مطابق ہے۔

بیرپ کے ایک مشور میڈیکل جریدے نے یہ خبر شائع کر دی۔ اس پر

مخادر پرست تاجروں نے اس میڈیکل جریدے کی سریش کے لیے غذے بھیج دیے کہ جو دار آنس بخیری مزید اشاعت سن کی جائے اور تاجروں کو اشارہ کر دیا کہ جس طرح الیو ڈی ٹھی میں سخت عامہ پرست تاجروں نے ٹکڑوں حاصل کر لیا ہے اسی طرح ہو ہیو ڈی ٹھی میں بھی تاجروں کی اچارہ داری قائم کر دی جائے۔ تب یہ ہوا کہ ایک کپیبوں نے ہو ہیو ڈی ٹھک دیا جان کے Combination یا تاکر کے اٹھ پیچھت کروادیا جانا تک ہو ہیو ڈی ٹھی کا مفروضہ کا قائل ہے۔ ہو ہیو ڈی ٹھی کا سب سے 11 اصول یہ ہے کہ دو اک مفترضہ میں استعمال کیا جائے Combinations، ہنا ہو ہیو ڈی ٹھی کی روح کے خلاف ہے۔ لیکن تجارت کی سمت کوئی نہیں مانتی کہ کس اصول کوئی نہیں مانتی و مصرف ایک اصول کا قائل ہے مفہوم مفہوم منافق۔

تاجروں اگر الیو ڈی ٹھی میں اپنے ذوبہ پاکرنے کے لیے سالانہ ارب دار طرح کر سکتے ہیں تو وہ یقیناً ہو ہیو ڈی ٹھی میں منوع Combination پالانے کے لیے ہیں ارب ڈاگر طرح کر سکتے ہیں اور صاحبو ہمارے ملک میں رات دو تین دن

کا وارس ہوں پہلیتا ہے جیسے بر سات میں ڈاکٹر ہمود کی نیشن چلانے کے ذمہ دار ہمارے الیکار ہیں ہماری وزارتوں میں ہمارے وہ تمدنے ہیں جنہیں ہم نے دوست دے کر ہو ہیو ڈی ٹھی کے حقوق کا حفظ کا حفاظت ہیا تھا۔

اڑے یہ کیا ہو رہا ہے بازار ہو ہیو ڈی ٹھی کی بھی بھروسہ بیوں کی خوبصورت ششبوں سے بھرا ہے۔ الماریاں کبی نیشن کی ششبوں سے بھری ہوئی ہیں۔ شیخ کبی نیشن کی ششبوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ چھا بے ہوں بھرے بھرے ہوئے ہیں جیسے بزری منڈی میں اکرے الوں سے بھرے ہوئے ہیں۔

اگر آپ کو زکام کی تھیں تھیں تو ہو ہیو ڈی ٹھک ڈاکٹر کے پاس چانے کی کیا ضرورت ہے۔ فرانس کے ڈاکٹر کل دارث کی 32 نمبر کی شیشی خربی لیں یہ زکام کی چار مفردوں دو ایک دار کارہب ہے یا جوئی کے ڈاکٹر میں سورکی دو نمبر 71 خربی لیں جو چھ مفردوں دو ایک دار کارہب ہے۔

بیرے اللہیں یہ کیا دیکھ بھول نہ کی تھی اور جو ہمکہ ہاں ہوئی ہو ہیو ڈی ٹھک دو جوئی سے آرہی ہے۔ جوئی کی تھی تجارت کو، مجھے نہ کی دو جوئی کیا اسے معلوم نہیں کیجئے ملک میں نہ کم کے پہلا موجود ہیں۔ میں پوچھتا ہوں وہ کون نہ کم دُشیں ہے ہو ہیو ڈی ٹھی دُشیں ہے جس نے ان پر ہمیں تاجروں کو پاکستان میں یہ دنیا کیجئے کے لائن معاٹی کے تیسا۔

ہو ہیو ڈی ٹھک ڈاکٹر دم کس منے سے معمل کھو لے یہی ہے ہوند کروان دکانوں کو ہو ہیو ڈی ٹھک کا بخوبی کس منے سے طلب کو مفرد دو اکی ملکت کا حق دے رہے ہو۔ پاکستان کے مسلمانوں جائز مفاوضہ پرست کے خلاف گلریں کئی تھیں جو اسی جرأت کیا ہوئی؟ بولا جواب دو۔ کوئی نہیں بولا۔ سب خوفزدہ ہیں خاموش ہیں اس جو شرمساری سے میرا سر جھکا ہوا ہے ہم برے لیے دعا کرو۔

-----o-----

پر محمد وہ کرو کر گئی۔ انہوں نے صرف پیش مظہر کو دیکھا پس مظہر دیکھا۔ پیش مظہر اُنہیں ایک ہو میو پٹھک ڈاکٹر نظر آیا اور ایک پر بیٹھنے والے بارہ ڈاکٹر۔

انہیں پیش خیال نہ آیا کہ یہ کس طبق مطان ہے جو ان دونوں اور امریکے کے مابین مریضوں کو ایک میٹنی پڑیا سے ٹھوڑا شفا تختی کی صلاحیت رکتا ہے تاہم اُنہیں اس ظہیر ایکٹشاف کو درخواستناہ کہا۔ وہ تو گینگر ہب کی میٹنی خیر اور لذت آئیز ٹھیک رکھ کر کو ایہست دیتے ہیں۔

صرف "توائے وقت" کے سراہے نے اپنے مخصوصی بے خدا جایا۔ انداز میں برکتی تذکرات بھیج دی۔ سراہے میں تھیں جو اسلام اور ایشی میں مخصوصی ہے۔ وہ بھاگنہوں کا تاثر تھا۔ آئندہ پرچار چڑھاتا ہے۔

"بیگ" تو بڑا ہے۔ بڑا اور خالص بڑا۔ اسے ان جھوٹی پھوٹی ہاتوں سے کیا لپچی۔ صرف روزانہ "پاکستان" نے اس خبر کو ایہست دی اور اپنے روپوں کو اس ہو میو پٹھک ڈاکٹر کا حکومن لگانے پر مامور کر دیا۔

جادوید پوری نے ہو میو پٹھک ڈاکٹر کا حکومن تو کیا لیکن اسے مل کر جیرت زورہ گیا۔ وہ ہو میو پٹھک ڈاکٹر تو ایک سال سے خود صاحب فرش اس تھا۔ جادوید کے سامنے معاشر نہیں مریض پڑا تھا۔ کوئی پا سارہ Blockade تھا کہ کوئی دوا اڑ نہیں کر سکتی۔ پھر ایک ہو میو پٹھک ڈاکٹر وہ اسے ازراہہ ہدروی مطان کی تھا۔ ایک بے سور اور اب وہ بیان کے ایک ہو میو پٹھک ڈاکٹر کے جو انتہر میں مقام تھا۔ کر سر مطان تھا۔ فون پر کشمکش تاریخی چلتے اور اپنے پتھک کے ہو میو پٹھک ڈاکٹر کی بڑیات نوٹ کر لی جاتی۔ آپ نے کب سے پر کشمکش چھوڑ رکھی ہے۔ جادوید نے پوچھا۔ تیرہ میتھے ہو گئے۔ ہو میو پٹھک ڈاکٹر نے جواب دیا۔ ہمارا آپ نے ہمارے حکمرانوں کا مطان کیسے کیا؟

☆ 1996 میں صدر پاکستان نے ہو میو پٹھک ڈاکٹر اشلاقی میں کوئی تباہ اتنا ہے تو ازا

ہومیو پٹھکی کا چمٹکار

چمٹلے سینے ہماری تو ہی اسلی میں ایک بہت بڑا ڈھماکہ ہوا۔ اس کی آوار سارے ملک میں گوئی لیکن اس ڈھماکے سے کوئی بھی مبتاز نہ ہوا۔ کیسے ہوتا یہ ایک ثابت ڈھماکتا۔ تیسری ڈھماکہ اور ہم تو تجزیہ ہی ڈھماکوں کے عادی ہو چکے ہیں۔ صرف تجزیہ کاری کی خرضتے ہیں بلکہ اس کے خصر ہے جیسے چشم بہا۔

یہ ڈھماکہ ہمارے تین حکمرانوں کے بیان سے مل میں آیا جو حکمران ہونے کے مطاد ہمارے پیشی کے داشور بھی ہیں۔

انہوں نے کہا کہ ہم پیار ہے مطان کے لیے ملک ملک کی ناک چھانی۔ ثیسٹ کروائے۔ مشنوں پر چڑھے گولیاں پھاکیں، پیچیوں لگھے۔ یہی کوئی لگھن شکا تو درکار کوئی ڈاکٹر تھیں۔ ڈر سکا کہ تکلف کیا ہے کیوں ہے۔ لیکن جہت کی بات ہے کہ پاکستان کے ایک ہو میو پٹھک ڈاکٹر کی میٹنی گولیوں کی ایک پڑیا نے ہمیں شفایاں کر دیا۔ یہ بیان سن کر اسلی میں شوہر ہوا ہو گیا۔ ہاں ایسا ہوا کون ہے وہ ہو میو پٹھک ڈاکٹر جس نے سرکار اور جزوی اختلاف دلوں کو محنت یاب کر دیا۔ کچھ لوگ چلانے ایسے ڈاکٹر کو حسن کار کر دی گئی کا ایوارڈ ملنا چاہیے۔

پکو بولے بے شک ایوارڈ ملنا چاہیے لیکن میاں اللہ کے واسطے اس کو بیہاں لا اؤتا کہ وہ تم سب کو ایک ایک ایک پڑیا کھلا دے جو ہمارے اختلافات دور کر دے۔ صاحبو! کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہمارے داشور حکمرانوں کی نظر غابر

اہمیٰ زیادہ درجنیں ہوئی کہ یورپ کے ایک جانے پہنچانے میں یاک
جریدے نے جملہ حروف میں یہ خبر شائع کر دی تھی کہ اب اس بات کا حقیقی ثبوت مل پکا
ہے کہ ہومیو ہتھی ایک سانچھک طریقہ ملاج ہے۔
اس سے پہلے حریفوں نے مشورہ کر کا تھا کہ ہومیو ہتھی غیر سائنسی طریقہ
ملاج ہے۔

جس روز یورپیون میڈیا یاک جریدے میں یہ خبر پڑی اسی شام جریدے کے
وفز کو درشت گرد فٹوں نے گھبرا لی۔ ایڈیٹر کو ہمکی روی کا اگلے شارے میں اس خبر کی
ترجمہ کرو دن تھا اور فرز۔ صاحبو میں ہومیو ہتھک ڈاکٹرنیں ہوں میں
نے کمی پر کلش نہیں کی تھی ہومیو ہتھک طقوں میں بیری کوئی حیثیت نہ ہی میں
نے کمی ہومیو ہتھک پالنکس میں دل دیا ہے۔ میں تو ہومیو ہتھی کا ایک اولیٰ مار
ہوں اور میں نے طالب علمیٰ حیثیت سے ہومیو ہتھی کا ملامد کیا ہے۔ میں ایک بات
جانا ہوں کہ ہومیو ہتھی میں ہومیو ہتھک ڈاکٹر کی حیثیت ٹانوی ہے۔ طریقہ ملاج کو
بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ ملاج کے تحریر اور تقابلیت کی اہمیت سے مجھے انکار کیں
لیکن ان کے بغیر کوئی سلم میں ساخت فیصلہ عام بخاریوں کو شناخت کی اہمیت موجود
ہے۔ صرف بچیدہ اور ارض کے لیے ہیں قیصہ ہومیو ڈاکٹر کی اہمیت ہے۔ اس طریقہ
ملاج میں بہت زیادہ ادویات ہیں Rich in medicines۔ ہومیو ہتھی کی ایک
خوبی یہ ہے کہ اس کی ہر دوا ایجکشن کا کام کرتی ہے۔ من کے سام دوا کو چذب
کر کے سیدھا خون میں داخل کر دیتے ہیں۔

یوں ہومیو ہتھی کی ہر گوئی ایجکشن کا کام کرتی ہے۔ ہومیو ہتھی کا ایک جیزت
انگیز و صفح یہ ہے کہ جب بھی وہ اچانک سکارہ کھانا جا چاہے تو صرف ایک خوارک مجزانہ طور
پر کھل شناخت کر ملاج اور مرپیش دلوں کو در طحیت شکال دیتی ہے۔
اسوں کا مقام ہے کہ ہومیو ہتھی کی اس خصوصیت لیتی مہماں شناخت کی خر

وہ بڑے لوگ ہیں۔ آگئے تو مجبوراً تھے داد دینی پڑی کروہ شفایا ب ہو گئے تو
یہ کریٹ ہو ہیو ہتھی کو جاتا ہے۔ ہومیو ہتھی واحد طریقہ ملاج ہے جس میں مہماں شنا
کا چکٹا رکھانے کی صلاحیت موجود ہے۔ یاں روز نامہ "پاکستان" کے طیل ہومیو ہتھی
کی بات چل گئی۔

صاحبہ راولپنڈی اسلام آباد میں پیچاں کو الیغاٹ اور قابل ہومیو ہتھک
ڈاکٹر موجود ہیں۔ ان میں سے کوئی نے اس خبر پر تھہر نہیں کیا۔ وہ سمجھ کر یہ ایک
ٹھنچی ہومیو ہتھک کی بھرپور تھہر نہیں کیا۔ ہومیو ہتھی سے کوئی تعلق نہیں۔
صاحبہ پروفسٹھن جعلی ایک ایسا داڑس ہے جو عقل و خود کو مظلوم کر دیا
ہے۔

پاکستان میں بیسوں ہومیو ہتھک جریدے شائع ہوتے ہیں کسی
ہومیو ہتھک جریدے نے اس خبر پر تھہر نہ کیا۔ ماہنامہ "ہومیو ہتھی" راولپنڈی کے حق میں
بڑے رطب انسان ہیں بوشہروں کے رسایا ہیں اور ہومیو ہتھک موسوعات پر قیدے
لکھتے رہتے ہیں انہوں نے بھی اس خبر کو نظر انداز کر دیا۔ الانہوں نے فون پر پوچھا
"نمرے خیال میں اس خبر ہومیو ہتھی کے خلاف جاتی ہے آپ کی کیا رائے ہے۔"

صرف "ہومیو ہتھک بیگزین" لاہور نے تو اے وقت کے سرراہے کالمول
کو اپنے جریدے میں Reproduce کیا لیکن انہوں نے بھی کوئی تھہر نہیں کیا۔ یہ
پر چہ ڈاکٹر مسعود کا پرچھ ہے جس نے ملک میں ہومیو ہتھی رائج کی۔ یہ
خدمت تھا اسٹرنیٹ میں پچھلے اس خبر میں بیانی کریٹ ہو ہیو ہتھی کو جاتا ہے میں ممکن
ہے کہ مروجہ طریقہ ملاج مافیا نے ہومیو ہتھی کی عکالت کو در کرنے کے لیے پروفیش
نیلی کے چندے کو دادی ہو۔

یہ کوئی بات نہیں مروجہ طریقہ ملاج میں ہے۔ ہومیو ہتھی کے خلاف برسر پرکار

روزنامے نوائے وقت کے معروف کالم "سراءے" سے اقتباسات

☆ تویی اسکلی کے پنکر سید یوسف رضا گلابی کی طرف سے دی چانے والی فی پارٹی میں وزیر اعظم بینظیر بھٹنے اپوزیشن رکن چودھری شاربی خاں سے جب ان کے علاج معااملے کے بارے میں دریافت کیا تو اس وقت یہ دلچسپ انکشاف ہوا کہ چودھری شاربی خاں جس ہومیوپتیک ڈاکٹر سے علاج کراہے ہیں وزیر اعظم بینظیر بھٹنے اور قائد حزب اختلاف میام محمد نواز شریف بھی اسی ڈاکٹر کے مریض ہیں۔ بعض ارکان اسکلی نے اس ڈاکٹر کو اپنا آپ پر غافل مدرس دینے کی تجویز پیش کی جس نے اپنے علاج سے حکومت اور اپوزیشن کو تحذیر دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں اصحاب کو ایک ہی بیماری ہے اور ڈاکٹر ان کو مشترکہ دوادی رہا ہے۔ ہمیں اس ڈاکٹر کا پچھہ معلوم نہیں ورنہ ہم اس سے درخواست کرتے کہ وہ تمام پارٹیوں کو اپنی پڑیاں کھلانے چاہکے دلوں سے کدوڑت دور ہو کر باہمی محبت پیدا ہو جائے۔ بعض ارکان جن کی زبانیں پیشی کی طرح چلتی ہیں انہیں ڈبل ڈوز کی ضرورت ہے۔ انہیں دل پیشی کی بجائے سوئی سے پیار کرتے ہیں کیونکہ پیشی کا نتیجہ جگہ سوئی جزوئے کا کام کرتی ہے۔ ہمارے بعض ارکان اسکلی جنہوں نے کمرنوں کا بازار لگا رکھا ہے اگر ان کی زبانیں سوئی سے ہی دی جائیں تو شاید ہماری اسلامیان اُن کا گھوارہ ہیں جائیں۔

کوہن نے ذاتات کی بحیثیت پڑھا دیا۔ ہمارے احساس ہوکت لنس نے ایک عظیم موقع پانچ کریبا۔ کیا ہومیوپتیکی کی رُخی روپ ہمیں کبھی معاف کر سکے گی۔ پولو جواب دوا

-----o-----

ہومیوپتیکی اور قومی یک جہتی

ڈھنڈ ورچی

صاحب جو کیا آپ نے بھی سوچا ہے کہ ہوئی وجہ تحقیقی اپنی فلکاٹش خوبیوں کے باوجود سالہا سال گزرنے کے باوجود وہ ہر اعزی حاصل نہ کر سکی جس کی وہ حقدار ہے جو اس کا مقدار ہے۔

پرانے زمانے کی بات ہے ایک نارتھے اخبار میں ایک اشتہار دیا کھاتا تھا ہمارے پاس ایک ناول ہے لکھائی چھپائی گمراہ سیدی کاغذ سروت رنگ داڑ جاڑ نظرِ متن میں کہا ہے، لپچ کراور تیلی و افات د رامای زبان سادہ انداز دوکش۔

لیکن یہ ناول کہاں ہنس بوجھس دو ماہ میں میں یہ تائے کہ اس ناول میں کیا خانی ہے جس کی وجہ سے یہ بکانیں ہم اسے ایک ہزار روپیہ لپڑ انعام ہیں کریں گے دو میتھے کے آخر میں جب لوگوں کے خدا شرک موصول ہوئے کفلاں وجہ سے ناول نہیں بکر رہا۔ فلاں خانی ہے جس کی وجہ سے یہ ناول نہیں بکر رہا تو اثر ان لوگوں کو لکھا کر آپ کا تجویز غلط ہے چونکہ ناول کی ساری ایمیشن بکر ہے۔

صاحب جو اسی بھی تحقیقی ممتاز اور لوگوں کا مارے پاس ایک طریقہ علاج ہے جس کی ادویات میں عام بیماریوں کے لیے سامنہ قدم دشائیتی ہے جو سماں ہے لفڑان دو ٹھیں ری ایکش پیٹا ٹھیں کرتا جو اندر گئی پیٹا ٹھیں کرتا جس کی ادویات عام جڑی بولٹیوں سے بنائی جاتی ہیں آپ چاہیں تو ادویات خود گھر میں ہائے ہیں جس میں تقریباً ہر مریض کی دوا موجود ہے اُپنی خوبیوں کے باوجود پڑے

ایک اخبار نے خبر دی ہے کہ لاکھوں مریضوں کا کامیاب علاج کرنے والے ہوئے پیچک ڈاکٹر اشراق حسین جو وزیر اعظم بے نظیر اور قائد حزب اختلاف میان نواز شریف کے معاملہ رہ پڑے ہیں آپنے کل خواہ ایک علاج مریض میں جتنا ہیں۔ گزشتہ ایک برس سے ان کے مکمل کام کرنا چکوڑ دیا ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ ڈاکٹر اشراق حسین کی اہل وجہ وزیر اعظم بے نظیر اور قائد حزب اختلاف میان نواز شریف کا علاج اور ان کی صحت یابی ہے۔ جب ڈاکٹر صاحب کے علاج سے یہ دلوں محتفا در فردا اپنے لاء علاج امر اپنے نجات پا گئے تو اس کا لازمی تجھے بھی نہ ہے کہ ڈاکٹر خود پیار ہے جاتا۔ مشہور ہے کہ ایک خاتون کے کافی خاوند نوٹ ہو گے۔ وہ جس سے بھی شابدی کرنی پڑھ روز کے بعد وہ اللہ کو پیارا ہو جاتا۔ اسی گاؤں میں ایک مرد بھی اسی شہرت کا ماحل تھا۔ وہ جس خاتون سے کلائچ پڑھاتا ہو رونکھ کر اللہ کے پاس چلی جاتی۔ کچھ لوگوں نے سوچا کہ کیوں نہ ان دلوں کو روش ازدواج میں ہامہ ہدایا جائے۔ چنانچہ گاؤں والوں نے ان کی شادی کر دی۔ دوسرے روز گاؤں والے یہ دیکھنے کے لیے بہت تھے کہ بھیس کی جاگہ افتہ ہے جسیں جب سورج طلوع ہوا تو پہ چلا کر کلائچ خواں اللہ کو پیارا ہو گیا ہے۔ ہم ڈاکٹر صاحب کی صحت یابی کے لیے دعا کو ہیں لیکن انکی علاج کرتے وقت یہ کچھ لیما پا ہے تھا کہ محتفا در فردا کے علاج سے خود ان کی ذات پر کوئی براثت نہیں پڑے گا!

ہوئے پیچک میکرین کے شراء اگست 1995ء سے لیا گی

-----○-----

جسے نے کبھی نہیں سوچا کہ مجھ میں کیا خانی ہے کئی جریشیں کو مجھ پر احتدا فیں رہا۔
بیری بات کو اہمیت کوں نہیں دیتے۔

دوست مجھ میں کیا خانی ہے ایک ظیہروں وال ہے کسی ہو یوں چیز نے کبھی یہ سوال
نہیں پوچھا کہ تم میں کیا خانی ہے کہم ہو یوں چتی کوچھ سے لکھے تو گوں کے لیے ہال
توں نہیں ہاتھ کوچھ سے ہو یوں چتی پر لوگوں کا بھروسہ سماں نہیں کر سکے۔

ہم مرد جو طریق طلاق کی خامیاں گتو اتے ہیں۔ ہو یوں چتی کی
کاظمیں ہوتی ہیں جس میں تو تو میں ہوتی ہے۔ کبی میشور Combinations
کی باتیں ہوتی ہیں کہیں کھانے کی باتیں ہوتی ہیں کبھی کسی نے یہ نہیں پوچھا کہ آخر
کیا وجہ ہے کہ چھے لکھے الوں ہو یوں چتی کی طرف مل نہیں ہوتے۔

ملان سے ہو یوں چتی کا پر چڑھتا ہے تو جو طلب مل ہے۔ کافیا چاچپائی
اٹھی مظاہر رکی اوارے نے ایک پانے شارے میں ایک سوال پوچھا۔ کیا
ہو یوں چھس کے لیے اتفاق و اتحاد کی ضرورت ہے۔ یہ سوال ہے میتھی ہے۔
ہو یوں چھس بے تک آپس میں لڑیں اس سے ہو یوں چتی کی عقلاں میں کوئی فرق نہیں
آتا۔

ایک غاؤں پر ہے پاس آئی۔ کچھ گلی پرے میاں میں یہ مجب ہے خانی
ہے کی کیہے یہ کبھی نہیں کھاری آپس میں نہیں نہ کی۔

نہ کچھ ہے میں نے کہا۔

کیے نہ کچھے دہ بول۔

ایک طریقہ ہے میں نے کہا۔

کوئا طریقہ ہے اس نے پوچھا۔

میں نے کا تو گز کسی ایک سال سے یہ سوچ رہی ہے کہ میرے میاں میں
کیا کیا خرابیاں ہیں اب تا اندازہ نظر بدال دے۔

لکھے الوں اس طریقہ مذاج کی طرف راضی نہیں ہوئے جو شخص میں تھے گا کہ اس
طریقہ مذاج میں ہے ہو یوں چتی کہتے ہیں کیا خانی ہے کہ یہ لوگوں کی تو چند نہیں حاصل
کر پا یا تم اسے منہ مالا گا انعام دیں گے۔

صائب یہ ہماری عادت ہے تم دوسروں کے عجب دیکھتے ہیں اپنی کیوں
کچھوں کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ یہ سوال کہ تم میں کیا کی ہے خانی ہے ایک ظیہ
سوال ہے جس نے اس سوال کی عقلاں کو کھو لیا ہے کارے گل گیا۔ جس نے یہ سمجھا
وہ زندگی بھر بھر کھا رہا۔

کبھی کسی باپ نے خود سے یہ سوال نہیں پوچھا کہ مجھ میں کیا خانی ہے کہ میرا
پڑنا ہمیرے قریب نہیں آتا جو ہے دو دو درہتائے خوف زدہ رہتا ہے۔

بھی کسی عالم دین نے خود سے یہ سوال نہیں پوچھا کہ ہمارے پاس ایک
لا جواب مذہب ہے جو کسی سے تصدیق نہیں کرتا۔ ہر انسان کی عزت کرتا ہے جو
انسانوں میں درجہ بندی نہیں کرتا۔ ہر شدید غم و حسرہ ایسی مجزا اور چدی باتیت سے نہیں
کر رہنے کی تھیں کرتا ہے جو کہتا ہے حد میں روحدیں نہ لڑو جو مسادات کا ہاں ہے
جس کا اللہ صرف مسلمانوں کا نہیں تمام انسانوں کا کارہ ہے جس کا اللہ کوئی وعدہ کیا ہے
کہ وہ تمام انسانوں کو قلاح کے راستے پر لاے گا اُنہیں اس اور آتشی کی منزل پر
پہنچا دے گا۔

ہمارے پاس ایسا نہ ہب ہے جو علم کا قدر روان ہے عقل کو روشن کرتا ہاں کھل
کو انہل کی بہت بڑی لغت قرار دیتا ہے جو انسان کو تحقیق پر ماں کرتا ہے بھر کیا وجہ ہے
کہ اس کے باشورو لوگ اس مذہب کو نہیں اپناتے۔

ہم میں کیا خانی ہے کہم فیر مسلمانوں کا اسلام کا گردیہ نہیں بنائے۔
صائب کسی بڑے نے آج تک کسی چھوٹے کو مزت کی نظر سے نہیں دیکھا۔
ہر پرانی جریشیں نے نئی جریشیں پر کچھ چیزیں کی اسے راہ راست سے بھٹکا ہوا کھلا۔ کسی

کیے بدل دوں وہ بولی۔
میں نے کہا اب ایک میئنے
ہے کہ میرا میاں مجھے پسند نہیں کرتا ہے
خوش اخلاق ہے۔

میں نے کہا اب ایک میتھے کے لیے تو یہ سوچ لو کہ مجھ میں کیا کمی ہے کیا کجی
ہے کہ میرے امیال میں بچھے پندت نہیں کرتا حالانکہ تھوڑے میں بہت خوبیاں ہیں تو خوش فہل ہے
خوش اخلاق ہے۔

میرے ایک دوست ہیں جوے عالم میں عالم باغل۔ وہ اللہ کے اکیت ہیں
جو کوئی ان کے قریب جاتا ہے اس کے پلے من اللہ باندھ دیتے ہیں۔
ایک دن میں نے ان سے پوچھا میں نے کہا پوری قصیری بتائی کہ قارغ
وقت میں آپ کیا کرتے ہیں۔
کہنے لگے قارغ وقت میں اپنی شخصیت کے وہ کوئے گول کرتا رہتا ہوں جو
لوگوں کو جیسے ہیں۔

تو صاحب جو ہو میں پتھری کے قائل ہیں ہم نے کبھی نہیں سوچا کہ ہم لوگوں کو
ہو میں پتھری کا قائل کیوں نہیں کر سکے۔
ایک بار ہو میں پتھری کی کتابیں خریدنے کے سلسلے میں اضافتی اور میں بھارت
گئے۔ دلی میں بھنداری کی بہت بڑی دکان ہے وہاں ایک چیز طوار خاتون سلیگر
تھیں۔ وہ بڑی صاف گوئی۔ ہم باعثیں کر رہے تھے کہ ایک گاہ کپ آگیا۔ کہنے کا مجھے
ہو میں پتھری کی فلاں دواجا ہے۔ خاتون نے الہاری سے ششی الال کر دے دی۔ فریاد
نے تجھت ادا کی اور جلا گا۔

میں نے خاتون سے کہا بھارت میں لوگ ہمیجی ملکیت کے قدر داں ہیں
بھارت سے باہ اسائناں۔

بولی خاک تقدیر و ان ہیں۔ پیراں بھی سب الجھاتی پر مرتے ہیں۔ میں نے کہا اور یہ صاحب جو ابھی دواخیر کر لے گئے ہیں۔ بولی یہ صاحب ایک یادو خوار ایکس دوا کیا تھیں گے پھر اسے چھوڑ کر اٹھنی باخوبی شروع کر دیں گے۔ کئی لوگ

ہم لوگوں میں ہمیوپٹھی پر اعتماد بیدا انہیں کر سکے۔ وہ جگہ تھی ابھی تک ہم لوگوں میں ہمیوپٹھی پر اعتماد بیدا انہیں کر سکے۔

ہمارا ملکان کا یہ "آواز حیات" میں لکھتا ہے۔

الحمد لله همارے ٹلک میں ہو یہ پختگ طریقہ علاج کو چاہئے والے اس سے محبت کرنے والوں اور اس طریقہ علاج سے مستفید ہونے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔

سارے خود فرجی بھی کیا نعمت سے زندگی کے کامتوں کو پھولوں میں پدل دیتی

14

میں "آواز حیات" سے معافی کا خواست گارہوں لیکن بہر حال یہ چیز ہے کہ Wishful Thinking بڑی نعمت ہے۔ یہ بھی جو آن کل ایک لینکس پر دیکھ رہے ہیں یہ ہمیشہ ممکنی کے قدر اننوں کافی نہیں ہے یہ قابلِ ممکنی کے مارے ہوئے مایاپیروں کی بھیڑے۔

میرے پوچھیں ایک بھائیک ہے وہاں کے لوگوں سے میں نے پوچھا کہ
بھی آپ اللہ کے خلیل سے اکمیلی المیں ہیں پھر آپ ہو سیع علاج کے لیے کیوں
آتے ہیں۔ وہ بولے تمہارے دس سال الجلوسیتی کے علاج میں ضائع کر دیئے۔ اب
سالا تباہ فرم رکھو گئے۔ جسیکہ اس سال میں بھی شاخناہاں ہو گئے۔

ہمیں پڑھتے ہیں کہ اپنے میانے کے لئے ہمارے ہاں سے ہے ہے ہے پر ہے
شائع ہوتے ہیں۔ آپ کوئی پرچھا اٹھا کر دیکھیں پہلا مضمون ہوگا "سرور"۔ ایک سو
پیارا حرم کی سروروں کے لئے ادیوبات کا عین ہوگا۔ مجھے سروروں کی تعداد میں وہ
مضمون چھوڑ دوں گا۔ دوسرا مضمون نیڑم میر پر ہوگا کہ یہ دو کیا کیا علمات و مکالی
ہے۔ تیسرا مضمون پونچھی پر ہوگا۔ کوئی عام آدمی ان مضمون کو نہیں پڑھ سکے گا۔ شاید یہ
مضامین ہمیں ہو جائیں اگر کے لئے باعث ہو جائیں گے۔

ہمارے روزگار میں نبھی اڑاہ کرم ہوئے مشروں کے لیے چک جھسوں کر رکھی ہے۔ اس کالم کے مظاہن بھی ایسے ہوتے ہیں جو عام قاری کی دلچسپی کا باعث نہیں بنتے۔ لکھا ہوتا ہے پھر سے سے چھائیاں دور کرنے کا طریقہ اور مضمون ایسے انداز میں لکھا ہوتا ہے کہ زوجان لڑکیاں بھی اسے درخواست نہیں کھینچتیں۔

ہوئے ڈاکٹر ڈھنے ہاتا آپ اپنے جریدے کے لیے کتنے مظاہن لکھتے ہیں جو عام قاری کی توجہ طلب کریں۔ بھی کسی نے لوگوں کو بتانے کی کوشش کی ہی نہیں کہ ہوئے پیشی کی کامیابی پر چون میں کبھی کوئی جرز آرٹیکل نہیں پچھا جو عام میں ہوئے پیشی سے دلچسپی پیدا کرے۔ معاف کیجئے آپ ہماعزت ڈاکٹر ہیں۔ آپ ہوئے پیشی کے ڈھنڈو پر چیزیں میں کرشناں کھتھتے ہیں۔ ہوئے پیشی اس لیے بڑھے کھکھے لوگوں میں پاپارنگیں ہوتی کہ ہم نے ہوئے پیشی کا پروپیگنڈا نہیں کیا۔ ہم نے ہوئے پیشی کا ڈھنڈو رانگیں پیدا۔

لوگ مجھے طمع دیتے ہیں کہتے ہیں ابے اد ہوئے پیشی کے ڈھنڈو پر چیزی کیا جھیلتے ہے۔ نہ تو ہوئے ڈاکٹر ہے نہ تھا ہوئے پلکنک ہے نہ تو ہوئے پلکنوں اور کافر نسوانوں میں جاتا ہے نہ تو ہوئے پالیکس میں حصہ لیتا ہے مگر تو کیا ہوئے پیشی کا ماما گلابے کس کا ڈھنڈو رانگدار ہتا ہے۔

ہاں میں ہوئے پیشی کا ڈھنڈو پر چیزیں اس لیے کہ میں اس کا مامح ہوں لیکن میرے صاحبوں میں تو اب جا رہا ہوں۔ جانے سے پہلے میں ہوئے ڈاکٹروں سے درخواست کروں گا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہوئے پیشی ہر لمحہ زیر ہو جائے تو ہوئے پیشی کے ڈھنڈو پر چیزیں پیدا کرو جاؤسے گوام میں پروجیکٹ کریں۔

-----O-----

ہومیو پیشی کی تبلیغ و اشاعت

میرے صاحبوں میں مقرر ہوں نہ عالم ہوں نہ ڈاکٹر ہوں۔ اس تقریب سعید پر آپ سے خطاب کرنے کا عزادار جو بھی بخش گیا ہے اس کی دو وجہات ہیں۔ ایک تقریب کہ ڈاکٹر محمد سعید پر یہ کہ جن کا آج 1989 وال جمندن ہے جانتے کہ اس از گھے حاصل ہے۔ میں ان کے چند کی خدمت سے بہت حاثر ہوں اور انہیں لاہور کا بیانے ہوئے پیشی کی کھاتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ زندگی بھر میں نے ہوئے پیشی سے فیض حاصل کیا ہے پونک میں کوایفا نیڈ ہوئے پیشک ڈاکٹر نہیں ہوں اس لیے بالآخر دھر پر ہوئے پیشی کی خدمت نہیں کر سکا۔ پونک میرا شعبہ ثرواث شروع اشاعت ہے اس لیے میں ہوئے پیشی کا ڈھنڈو پر چیزیں گیا ہوں اور اسی القب سے ہوئے پیشک طقوں میں جانا جاتا ہوں۔

صاحب چھوٹے ہوئے پیشک ڈاکٹروں بیرون اس اس تکہ اور پر یک پیشروں سے ٹکاتے ہے کہ ہم آج تک لوگوں کو بتانے میں کامیاب نہیں ہوئے کہ ہوئے پیشی کیا ہے؟ ہوئے پیشی کیوں؟ ہم لوگوں کے دلوں میں ہوئے پیشی پر Confidence پیدا نہیں کر سکے۔ ثرواث شروع کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک پیشتر نے اخبار میں اشتخار دیا کہ:

ہمارے پاس ایک ناول ہے سرورِ قیادتیہ زب کتابت محمد نعیفی
جنہوں کا نظر پر چھا ہے کہلی نہایت دلچسپ کروار بڑے متعدد اور رنگ رنگی

مر بخنوں کی نہیں مایوسوں کی بھیز ہے۔ اس بھیزوں کو کچھ کارگر ہم سمجھیں کہ ہم نے لوگوں کو ہو ہیج پتھری کا قائل کر لیا ہے اور ان کے دلوں میں اس طریقہ علاج پر بھروسہ پیدا ہو گیا ہے تو یہ ہماری خوش ہیچی ہو گئی تکن ہمارے لیے یہ کوئی تھی بات نہیں ہے۔ ہم خوش ہیسوں کے سہارے جیتنے کے عادی ہیں۔ زندگی کو کسی بنا نے کا یہ لکھنا آسان طریقہ ہے۔ میرے ایک دوست ہیں بڑے ذہن بنے جھیل کار جانے بھیجنے وال اشور۔ ایک بار ان کے ہوت پر چھالا لکل آیا۔ بہت لکھیٹ و تھا۔ انہوں نے بڑی دو ایسا آزمائیں کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ایک روز ان کے دوست نے ہو ہیج پتھری کی ایک خوراک ان کے منہ میں ڈال دی۔ اسگر روز دھان انبیں یاد آیا کہ ہوت پر وہ جو چھالا تھا وہ کیا ہوا۔ جب انہیں پتہ چلا کہ یہ ہو ہیج پتھری کا ایسا ہے تو بہت جران ہوئے۔ ارے ایسا میگھان اثر۔ جب میرے دوست ہو ہیج پتھری کی تعریف میں رطب الہان ہیں تکن جب بھی گھر میں کوئی بار پڑتا ہے تو وہ اسے اپنی لگا کر سب سوچتا ہے اپنے جانتے ہیں۔ صاحبو ایسا کیوں ہوتا ہے اور ایسا اکثر ہوتا ہے۔ چار ایک برس کی بات ہے کہ میں اور میرے دوست ہو ہیج پتھر کا اکثر اشائق حسن ہو ہیج پتھری کی کتابیں خریدنے دتی گئے۔ ہم بہذاری کی دکان پر کتابیں دیکھ رہے تھے کہ ایک بڑا سونڈ نوجوان آگیا۔ کہنے لگا مجھے قلاں ہو ہیج پتھر دا چاہیے۔ مل گرلنے والے دے دی۔ وہ دو اخواں بھی گئی۔ جب وہ چالا گی تو میں نے مل گرل سے کامعلوم ہوتا ہے کہ بھارت میں لوگوں کے دلوں میں ہو ہیج پتھری پر بھروسہ پیدا ہو چکا ہے۔ آپ نے کیسے یادداہ لگایا اس نے پوچھا۔ میں نے کہا یہ جو نوجوان ابھی ابھی دو اخیر کر لے گیا ہے۔ وہ اپنی بولی پتھر نیادو سے زیادہ ہو ہیج پتھری کی دو خوارکیں کھائے گا۔ پھر ڈاکٹر سے Pain Killer کا لینگ لگوائے گا۔

صاحبہ ہیج پتھری تھیت بانی پرتوتی ہے کہ ابھی تک ہم لوگوں کے دلوں میں ہو ہیج پتھری پر بھروسہ پیدا نہیں کر سکے۔ سیانے کہتے ہیں ہیج پتھری چاہے کوئی ایسی قسم ہو

— تماج ہو ہیج پتھری ممتاز مختی — 108 —
پھوپھر بہت ڈرامائی چاہدہ تو جیکن یہ ناول بکھانیں۔ جو شخص ہمیں یہ بتائے گا کہ کیا وجہ ہے کہ یہ ناول بکھانیں ہم اسے انعام دیں گے۔
سام جبرا میرا بھی بھی چاہتا ہے کہ اخبار میں اشتخار دون کو لوگوں
ہمارے پاس ایک طریقہ علاج ہے جس میں ہجران طور پر شفا بخشی کی قوت موجود ہے جس میں کسی حرم کے ری ایکشن کا خطرہ نہیں ہے جو ہمارے مراجع کے میں مطابق ہے جس کی ادویات ہے حد تک یہیں دو ابہذا نہیں آسائیں سے کھائی جاسکتی ہے جس کی ہر خوراک منہ سے براہ راست خون میں شامل ہوتی ہے یعنی ابھیش کا اثر رکھتی ہے۔ اسی خوبیوں کے باوجود یہ طریقہ علاج محتبوت حاصل نہیں کر سکا۔ جو شخص تھیں کر کے ہمیں بتائے گا کہ اس کی کیا وجہ ہے ہم اسے انعام دیں گے۔

پچھو لوگ کہتے ہیں کہ صورت حال اتنی ماہیں کن نہیں کیوں نہ کی اب ہو ہیج پتھر کلینکوں پر خاصی بھیز نظر آتی ہے۔ بے ٹک ہو ہیج پتھر کلینکوں پر اب بھیز نظر آتی ہے لیکن یہ اس وجہ سے نہیں کہ لوگوں نے ہو ہیج پتھری کو جان لایا ہے کچھ لیا ہے مان لیا ہے۔

میرے گھر کے قرب میرے ایک پرانے دوست ہو ہیج پتھر کا اکٹر کا لینک ہے۔ وہاں خاصی بھیز رہتی ہے۔ میں نے پوچھ چکھی تو یہ چلا کر یہ لوگ مرد چڑھتی علاج سے مایوس ہو کر آئے ہیں۔ ہو ہیج پتھری کے لیے نہیں بلکہ یہیں بھیز رہتی کی وجہ سے آئے ہیں۔ تھیں کرنے پر چلا کر ان میں وہ براہ رامی بی بی المیں ڈاکٹر بھی ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ صاحبو اپا اس ملک میں کیسے آگئے۔ اس محکم کو تو آپ پیر سارہنی بھکھتی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ بھیز رو۔ سالہاں اپنے طریقہ علاج کو آزمایا گر بات نہیں بنی۔

تجھاں میں آنے کل ہو ہیج پتھر کلینکوں پر جو بھیز نظر آری ہے

اے مان لو۔ پچھلے مان لو۔ مان لو گے تو سمجھی ہو جاؤ گے۔ لوگ جھوٹ کی تکوار سے لڑتے رہجیں اُلاتے رہتے ہیں اور اپنی رنگی کو جان نہ لیتے ہیں۔ تو آئیے پچھلے مان لیں کہ لوگوں کو نہیں سمجھا سکے کہ ہو ہی وجہ تھی کیا ہے؟ ہو ہی وجہ تھی کیوں؟ قصور ہمارا اپنا ہے۔ ہو ہی وجہ تھی پر بھروسہ یہاں ہونے کی دوسرا وجہ طریق علاج کا حریضانہ رہو گے۔

ساجبو! ہم کسی طریق علاج کے خلاف نہیں ہیں۔ ہمیں مرد چہ طریق علاج سے یہ فکایت ہے کہ انہوں نے علاج معاہدے کی Initiative اُنکروں کے تھوں سے لے کر تجاویز کے تاحمیں دے دیا ہے۔ تجھے یہ لکھا ہے کہ اس وقت پہلے ہی متاثر تجاویز کے تکروں میں ہے اور کون نہیں جانتا کہ تجاویز کا تقصیر و مخالف ہوتا ہے سخت نہیں۔

ساجبو! میں اس دور کا فرد ہوں جب الیٹ وجہ تھی میں Initiative کے تھوں میں تھا۔ ہمارے محلے کے قریب اُنکر ملک کی راج ایم بی بی ایس کی دکان تھی۔ ہم خالی شیشیاں لے کر اُنکر کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ انہیں مردیں کے مختلف معلومات تھاتے۔ وہ سوال پوچھتے۔ ہم جواب دیتے۔ ہمارے جوابات کن سن کرو۔ ایک کافنڈ پر نہ لکھتے جاتے۔ ایک طرف دوا کامن لکھتے سامنے دوا کی مقدار۔ اس زمانے میں اُنکر مطرد دواؤں اور ان کی خاصیتوں سے واقف تھے۔ پھر ہم وہ نہ لے کر کپاڑا نہ کر کرے کرے میں چاٹے جیاں ٹیکلوں پر دوایاں اگی ہوتیں۔ کپاڑا نہ لے کر کچھ کریشی میں دوایاں ڈالتا جاتا۔ پاؤڑ کی صورت میں دواؤ کوتراز میں توں کرشملاں کرتا۔

آن کا ایٹھ پتھر اُنکر مطرد دواؤ سے واقف نہیں ہے۔ وہ نہیں میں دوائیں نہیں بلکہ ڈالتے۔ فلاں دوا ساز کمپنی کا بنا یا فلاں ڈپ فلاں دوا ساز کمپنی کی بنائی ہوئی فلاں گولیاں فلاں دوا ساز کمپنی کے بنا ہے ہوئے کپسول کپسول میں کوں

کون سی مفردو دوائیں شامل ہیں اس کا سے قطعی علم نہیں ہوتا۔

دوا ساز کمپنیاں کروڑوں روپے اس بات پر خرچ کرتی ہیں کہ اُنکروں کا بنایا ہوا ڈپ Prescribe کرے۔ خوبصورت وندھل سچتے ہیں دواؤ پر لٹر پچھلے تبار ہوتے ہیں اُنکروں میں باٹھے جاتے ہیں۔ دواؤ کے Specimen ہوتے ہیں تاکہ اُنکروں میں مفت ہاتھے جائیں۔ غالباً ہے کہ دوا ساز کمپنیاں مردیں کے فائدے کو مظہر رکھ کر دوایاں نہیں بنا تک کرشملاں نظر کے مطابق دوایاں بناتی ہیں۔ دو شناکی بست اُنکے کو ترجیح دیتے ہیں چونکہ اس طرح گولیاں زیادہ کرتی ہیں۔ گولی کھا دیتے ہو جاؤ۔ پھر گولی کھا دیتے ہو جاؤ۔

وہ تو خیر تاجر ہیں ان کا مقدمہ زیادہ گولیاں پینچا ہے۔ اس لیے وہ آنکتے کو خلاصہ ترجیح دیتے ہیں۔ ٹلمی یہ ہے کہ مردیں بھی آنکتے کو خلاصہ ترجیح دیتے گے ہیں۔ اُنکر چاری کی بات چھوڑ کر اُنکی گولی دوکر دوسرے آنکتے ہو جائے اور معمولات میں فرق نہ آئے تاکہ شام کو گرفتار ہیڈ سے ملاقات کی کٹھٹھت قائم رہے۔

پرانے زمانے میں سیانے کا کرتے تھے کہ درود اللہ کی رحمت ہے۔ درود راصل ایک الارام ہے کہ بھائی صاحب دھیان کرو اور دو کوئی خرابی ہے کسی معانی کو بانہدھ کھاوا اور خرابی کو درود کرو درود بات بڑھ جائے گی۔ فرض کچھ دوڑ دھوتا۔ بخارت ہوتا اُنکر ایک سچا تو لوگ بیٹھتے بیٹھتے چڑے چڑے بے خبری میں مر جاتے۔ شمر پیش کو پیدا چلانے کرو اون کو۔ تسری بات جس نے ہو ہی وجہ تھی کو ابھر نہیں دیا وہ سامنہ ہے۔

ساجبو! تمنی الفاظ ایسے ہیں جنہیں میں کوشش کے باوجود کچھ نہیں پایا۔ اسلام، ہم اور سائنس۔ میں معافی چاہتا ہوں میرا مقصود کی کا دل رکھنا نہیں بلکہ پیسی بات کہہ دیتا ہے۔ علماء نے مجھے اسلام کھٹکھٹ دیا۔ سیاست دنوں نے ہم اور کوئی شدید دیا

اور اہل مغرب نے سائنس کو بکھر دیا۔
سائنس کا مطلب کیا ہے۔ مخالف کہنے گا ان آپ جانتے ہیں نہ میں جانتا ہوں۔ ہم کچھے ہیں کہ سائنس علم ہے۔ یہ ہماری بحول ہے۔ سائنس علم نہیں ہے۔ سائنس تو خالق کو کہنے کا ایک طریقہ کار ہے جو ہمارا خود ساختہ ہے تاکہ حقیقت میں آسانی رہے۔ یا ایک تجرباتی طریقہ کار ہے۔ کپڑا لندہ اس لیے کہ آپ ہر حقیقت کو ایب میں لے جا کر اس کا تجربہ نہیں کر سکتے۔

چودہ سو سال پہلے قرآن میں اللہ نے کہا تھا کہ ہم نے زندگانی میں تعلقات پانی سے بانی ہیں۔ سائنس دانوں نے پس کر اس بات کو نہایت میں اڑا دیا۔ بارہ سو سال کے بعد کسی سائنس دان نے خود میں ایجاد کر دی۔ پھر جو سائنس دانوں نے پانی میں جمالاً کا تو دیکھا کہ پانی تو لائف بلڈ سے بھرا ہوا ہے۔ صاحبو ہم تو پانی خواس کے قیدی ہیں اور یہ پانی خواس جو ہمیں عطا کئے گئے ہیں یہ بھی محدود ہے۔ ہم سختے ہیں لیکن ساری آوازیں نہیں سختے صرف درمیانی آوازیں سختے ہیں۔ تا اونچیں سختے ہیں نہ پتی۔ ہم دیکھتے ہیں لیکن ساری پتیں نہیں دیکھ سکتے۔ ہمارے سامنے ایک دنیا کا نات کھکھری پڑی ہے۔ کچھ ایسی جو ہم سختے ہیں کچھ ایسی جو ہماری بخوبی سے ہلا تھے۔ The Unknown World اور The Known World۔ ان دونوں کی نسبت کیا ہے۔ یوں سمجھو لیجئے کہ اس کرے میں اگر ایک بھکی آجائے تو وہ سخت کیا ہوگی اور ہاتھی سارا کمرنا جائے The Unknown Jungle کے متراوف ہوگا۔

سائنس دان خود اس بات کو علم کرتے ہیں کہ ہم انسانی ذہن کی صرف ایک طاقت کو استعمال کر رہے ہیں۔ لو طاقیتیں بھی خواہ بیدار ہیں۔ پچھلیں اہل مغرب نے کس برستے پر سائنس کو سرچ ہمار کہا ہے۔ وہ ہر علم کو سائنس کہنے لگے ہیں۔ پوچھوں کے علم کو بانی نہیں کہتے سائنس کہتے ہیں۔ فن علاج مخالفہ کو

Medical Science کہتے ہیں۔ صاحبو ہم نے انسانی جسم کو کچھل کر دیکھ لیا ہے۔ بڑی بڑی سے واقع ہو گئے ہیں۔ نہیں کوچان گئے ہیں۔ ہم نے جسم کے ایک ایک عضو کی تصوریں بنالیں، فلم بنالے ہیں لیکن آج تک یہ بیوں نہیں پائے کہ کہ جرت انجیزیں کیسے کام کرتی ہے۔ ہم The working of Human Body کو نہیں بھوکھے۔ ہم پہنچ جان سکے کہ ایسا جسم پیاری پیدا کرتا ہے یا جسم پر پیاری ظاہر ہوتی ہے۔ اسی کیا ہے۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ کیسے اڑ انداز ہوتی ہے۔ ان حالات میں کسی سیستم کو Medical سائنس کہتے ہوئے ہمیں شرم آئی چاہیے۔ اگر مجھے شعبہ سخت کا وزیر ہنا دیا جائے تو میں پہلا کام یہ کہتا کہ علاج مخالفہ کی ہر کتاب کے ہر صفحے پر جملی حروف میں یہ شائع کرنا لازم قرار دے دوں کہ ابھی ہم انسانی جسم کے درستگی کو نہیں بھوکھے۔ ہر اکٹکے کر میں یہ کہیں لگاؤ دوں کہ ابھی ہم درستگی آف دی یہوں من ہاؤ یہی کو نہیں بھوکھے۔ مردوجہ طریقہ علاج کے ذائقہ اور پہنچاٹ کہتے ہیں کہ وہ کچھے ہیں لیکن دوسرا طریقہ ہے علاج کے لوگ نہیں سمجھتے لہذا وہ ان پڑھ جیں عطا کیں۔ قاتل تھیں ہیں، ان سائنسک ہیں۔ دراصل مردوجہ طریقہ علاج کو اپ طریقہ علاج نہیں کہنا چاہیے کار و بار کہنا چاہیے بزرگ کہنا چاہیے۔

اس مردوجہ کار و بار نے ہم پر تمام سخت کے راستے بند کر دیے ہیں۔ سب سے بڑا طریقہ علاج جو صدیوں سے ہمارے ہاں رانگ تھا ہے ”لوک علاج“، کہتے تھے اس پر ہمارا بینن توڑ دیا ہے۔ ہمارے دیہات میں بوڑھے بوڑھیاں تجربے کی ہیں پر لوک دوائیوں نے واقع تھے۔ ان پر ہمارا ایمان نہیں رہا۔ سالہ سال سے ہمارے آپا و اچادا جو نافی حکمت سے مستقید ہو رہے تھے اس کار و باری صاحب نے کہا یہ دیقی توی طریقہ علاج ہے جو سائنسی ریسرچ سے محروم ہے اس پر بھی ہمارا ایمان نہ رہا۔ پھر وہ ہویہ پتھری کی شیشی اپنی تجربہ

ہے۔ حکت کا اک طوفان پڑھنے لگا ہے، لگتا ہے کہ مرد چند یہب آخوندی سائس لے رہی ہے اور ایک تینی تہذیب تحریر ہے۔ زیادہ دیر انظار نہیں کرنا پڑے گا چونکہ تم دروزہ کے عالم سے گزر رہے ہیں۔

-----0-----

گاہ میں لے گئے۔ بولے یہ تو خالص پانی ہے اس میں کوئی میدی سائل و ملبوثیں ہے اس لیے پڑھیتہ علاج ان سائنسک ہے۔ موجودہ طریقہ علاج نے سائنس کا گز چلا کر ہمارے تمام قدم مجرب طریقہ ہے علاج کو سمارکر دیا۔

صاجبو! سائنس کی علملت کو ماہیا ہوں سائنس میں یہ علملت کبھی تھی آج نہیں ہے۔ کسی زمانے میں سائنس رافی تھی چونکہ وہ علمی موضوعات پر تحقیق کیا کرتی تھی اب دوبارہ نہیں ہے۔ یا تو حکراں کے احکامات کے تحت تجزیہیں اصلاح بنا رہی ہے اور یا جاتا ہر جگہ مقادیر پرستی کے تحت مصنوعی دودھ بنا رہی ہے۔ سائنس کی علملت کو میں اس لیے مانتا ہوں کہ قرآن کا نواں حصہ سائنسی اثرات سے بھرا ہوا ہے۔ اللہ کہتے ہیں لوگواہم نے تمہارے چاروں طرف اپنی تکھیں بکھیر کی ہیں انہیں دیکھو ان میں مغلی طاقتیں ہیں۔ ان مغلی طاقتیں کو ڈھونڈنا لوگوں کی سمجھوار اپنے تصرف میں لاوے ہم نے جھیں تھیں تھیں کاتاں کی قوت عطا کی ہے بکھردا رار تحقیق کا کام ہمارے ہوابے کے بغیر مت کرنا درد بھک جاؤ گے۔

سام جبو! سائنس اس لیے بھک رہی ہے کہ اس نے تحقیق میں اللہ کا خواہ قائم نہیں رکھا۔ آج ہم اسکی تہذیب کے تحت جی رہے ہیں جس کی بنیاد Economic Development ہے یعنی دولت، نیشنل ترقی، تکمیل۔ یہ تمام اقدار انسانیت کے منانی ہیں اس تہذیب کا انعام آپ کے سامنے ہے۔ اک مایوسی کا عالم طاری ہے جن کے پاس نہیں ہے وہ توکی ہیں جن کے پاس ہے وہ سکھی نہیں ہیں۔ چونکہ دولت Pleasure تو دے سکتی ہے Happiness نہیں دے سکتی۔

گمراہ ہر یہی مایوسی کا مقام نہیں۔ باخبر لوگوں کا کہتا ہے کہ اللہ جیسا بدل لیا ہے۔ پہلے اس کا پاؤں بریک پر تھا اس نے اپنا پاؤں انکی لیٹر بر کھلایا

سلسلہ وار مضمون
‘تلاش’
سے چند اقتباسات

عجیب و غریب قصے

پرانے مذہبوں نے تحقیق کا کام کے متعلق بیہب و غریب قصے رائج کر رکھے تھے۔ کوئی کہتا دیجاتا ہے نے ایک اٹڑا بنا یا تھاں پھر اس اٹڑے کو پھوڑ دیا۔ اور ہر کا حصہ آسان بن گیا اور نچلاز میں۔ کوئی کہتا کہ اور پر زبردست آگ سگ رہی ہے۔ تینیں اس آگ نے بچانے کے لیے دیجاتا ہے آسان کی ڈھال بنا کر ہمارے اوپر پھیلا دی ہے تاکہ تم محفوظ رہیں۔ اس ڈھال میں جگہ جگہ سوراخ ہیں۔ ان سوراخوں سے اور کی آگ کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ تارے ٹھیکار ہے ہیں۔

زمین کے متعلق یہ خیال عام تھا کہ یہ تھالی کی طرح چھپتی ہے اور ایک تل نے اسے سینگلوں پر اٹھا رکھا ہے۔ جب بھی تل پاسا پہنچتا ہے تو زمین بھی ہے اور بھونچاں آ جاتا ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ زمین ساکت ہے اور سورج اس کے گرد گھونٹتا ہے۔

یونانی کہتے تھے کہ سورج ایک بہت بڑا رہن تھال ہے جسے اپا لو دیتا نے اپنی رتحی میں رکھا ہوا ہے۔ رتح کے آگے گھوڑے جتے ہوئے ہیں۔ اپا اور وزیر پنی رتحی میں بیٹھ کر زمین کے گرد چکر لگا رہتا ہے۔ اس زمانے میں اگر کوئی مظکر کا کامات یا زمین کے متعلق کوئی اور خیال پیش کرتا تو مددی ایجادہ دار اسے پکڑ لیتے کہ یہ شخص با غیرانہ خیالات کا مالک ہے۔ لوگوں کے دونوں میں ٹھوک پیدا کر رہا ہے۔ مٹھان

کائنات کے حقائق ایسے اشارات دیتے ہیں کہ

- 1- آسمان اور زمین پہلے دھواں ہی دھواں تھے۔
- 2- آسمان اور زمین آپس میں جڑے ہوئے تھے۔
- 3- ہم نے اُن کو ایک دوسرے سے چھا کیا۔
- 4- ستارے آسمان میں بغیر کسی سہارے کے مطہر ہیں تیرہ ہیں۔
- 5- آسمان ستونوں کے بغیر قائم ہے۔
- 6- آسمانوں اور زمینوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کے لیے ہم نے ایک دھماکہ کیا۔ ایسا زور دھماکہ کہ جس کی طاقت ابھی تک ختم نہیں ہوئی۔ آج بھی دوزمینوں اور خلا کو دھکیلے جا رہا ہے۔ فضا کھل رہی ہے۔

صدیوں کی تحقیق کے بعد سائنس بھی اس تینی پر پہنچی ہے کہ ابتداء میں دھواں ہی دھواں تھا پھر ایک دھماکہ ہوا اور اس دھماکے کی قوت ابھی تک جاری ہے۔ سائنس آج اسی تینی پر پہنچی ہے جس کی تائید یہ قرآن نے چودہ صدیاں پہلے کروی تھی۔ سائنس اور قرآن میں صرف ایک فرق ہے۔ سائنس پہنچتی ہے کہ یہ کائنات خود بخود خادش کے طور پر ظہور میں آئی ہے۔

سائنس کی آوارگی

قرآن نے پہلی ہی میں خبردار کر دی جو اللہ کے خالے کے بغیر کائنات کو پہنچنی کو شکن نہ کرنا اور نہ بچک جاؤ گے۔ سائنس دن ان اللہ کے خالے کے بغیر کائنات کو پہنچنی کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی لیے پہنچے ہوئے ہیں اور اکبھی منزل پر نہیں پہنچ سکتے۔

یوں ہیں سائنس دن نہ سب سے غالباً اس لیے ہے زار ہوئے پہنچے ہیں کہ نہ سب کے اجارہ داروں نے ہمیشہ نہیں ان معنی کی اور سیدھی راہ سے پہنچے ہوئے گمراہ

خیالات پھیلا رہا ہے۔ اس پر باقاعدہ مقدمہ چالایا جاتا۔ اسے غمی ہو تو ہم اس کو رٹ میں پیش کیا جاتا۔ اسے یا تو سنگار کر دیا جاتا یا اُن کو دیا جاتا یا زبردست دیا جاتا۔

یوں تانی دور کے بعد بھی یہ رسم صدیوں چاری رہی۔ جسمائی راہیوں نے بھی اپنی اہمیت اور عظمت قائم رکھتے کہ لیے ملکروں کو اسی سرائیں دیں حالانکہ صیانت میں کائنات کے حقائق ایسے مفرضوں کا جواز موجود تھا۔

انوکھا مذہب

قرآن کا نزول برہمنوں پر ہوتا پا دریوں پر، برم کی طرح گرا۔ اسے یہ کہا مذہب ہے جو صدیوں پر اپنے جانے پہنچانے مانے ہوئے اعتقادات کو کوڑ رہا ہے جو لوگوں کو علم مغل اور تحقیق کے راستے پر پڑھنے کی ہدایت کر رہا ہے۔ جانے بغیر مانے کی رسم کی وجہاں اڑا رہا ہے۔ جو ملتی ایجادہ داری کو نہیں مانتا جو اپنے دین کے عاملوں کو کوئی مقام نہیں دیتا۔ دنیا بھر کے برہمنوں پر ہوتا پا دریوں اور ایجادہ داری خلرے میں پریتی نظر آئی، خصوصاً پا دریوں کو۔ ان پا دریوں اور ایجادہوں کی حکومت تھی۔ وہ اتنے طاقت ور تھے کہ بڑے بڑے بادشاہوں سے بگر لیتے سے نہ گھراتے۔ لوگوں پر حکومت چلاتے تھے۔ پا دری اسلام سے خوف زدہ ہو گئے اس لیے انہیں نے مسلمانوں کے خلاف شدت سے پرانی گلہڑہ کو شروع کر دیا کہ یہ قوم ہونوکو مسلمان کہتی ہے جو قوم ہے۔ اپنے خذہب کو طاقت کے زور پر بھیجا رہی ہے۔

سامنی اشارات

قرآن تکمیل کائنات کے حقائق کل کر بات نہیں کرتا۔ مختصر اشارات دیتے ہیں اور کہتا ہے کہ ان اشارات کے مطابق تحقیق کرو اور حقیقت کو جان لاؤ۔ مثلاً قرآن

کا باتی دوسری Foetus ایک جھوٹی سے جوک کی طرح ماں کے جم کی دیوار سے چکا ہوتا ہے۔ کیونکہ کسی جوک نہ کبھی حقیقی اس لیے وہ Zoology کے گھنیں گیا۔ ماں جا کر اس نے جوک کی بھی۔ اس کی تصوریں بھی۔
کیونکہ کہا ہے کہ میں تو حیرت زدہ رہ گیا کیونکہ قرآن نے Foetus کی جو تصور کی تھی وہ صحیح تھی۔ حقیقت کے میں تو قریب تھی۔ اس کے بعد کیونکہ نے اپنی تمام تصیفات پر نظر ٹالی کی اور Foetus کی تصوری کا بوس میں شامل کی۔
جب کیونکہ نو تروٹو میں اس کے متعلق بیان دیا تو ایک بھل بھی کی۔ پڑھنے لگئے رسمیج کے پور پور سفر بے حد حیرت ان ہوئے۔ اخباروں میں خبریں پھیپھی ملی سریشوں میں لین اخباری لوگ اخباری ہی ہوئے ہیں انہوں نے جو سفری چھالی وہ ان کی وہیت کی مظہر تھی۔ انہوں نے لکھا:

Surprising thing found in ancient prayer book.

اخباروں لے بھی چلے تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ قرآن ایک مذہبی کتاب ہے اور مذہبی کتاب میں یا تو نمازیں ہوتی ہیں یا دعا میں۔

قرآن مذہبی کتاب نہیں

کینہدا اکابر نویسوں کا قصور نہیں۔ قصور ہمارا ہے کہ آج تک الہ مغرب کو تھی کہ بات نہیں تھا بلکہ قرآن کیسی کتاب ہے وہ مسلمانوں سے نہیں فی نوع انسان سے قابل ہے۔ صاحبو میں شرمندگی محسوس کرہا ہوں اس بات پر کہ ایک فسلم گورے نے مجھے قرآن سے متعاف کیا۔ ہمارے ہاں آج ان پر سُکنزوں کتابیں موجود ہیں لیکن یا تو وہ ایسے عالمانہ انداز میں لکھی گئی ہیں کہ ماڈرن ذہن کو اپنی نئی کرتیں یا ان کا یابان اس قدر جذبیتی ہے کہ وہ ماڈرن ذہن پر a the Reaction پیدا کرتی ہیں۔

لوگ تراویدیا۔ آج کے سائنس دان کو اس بات کا علمی نہیں کہ اسلام ایک ایسا نہ ہے جو عقل و حقیقت کا شدت سے قائل ہے اور قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کا نواس حصہ سائنسی اشارات پیش کرتا ہے اور قاری کو مل کر رہا ہے کہ ان اشارات کے مطابق حقیقت کرے۔

سائنس دانوں میں ایک وصف ہے کہ چاہے وہ کسی نہ ہب سے تعلق رکھے ہوں یا نہ ہب سے بے نیاز ہوں جا ہے وہ کسی ملک یا قوم سے تعلق رکھے ہوں وہ علم سے متعلق غافل ہوتے ہیں۔ جو بات سائنسی طریقہ کار کے مطابق حقیقت ہے بن کر سائنس آجائے اس سے انکار نہ کرتے بلکہ چند دل سے اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔

سائنس دانوں سے مشورے

چاہیے تو یہ کہ قرآن میں جتنے بھی سائنسی اشارات ہیں ان سب کو ایک جگہ جمع کر کے بڑے بڑے سے سائنس دانوں کو لے کر دیے جائیں اور ان سے درخواست کی جائے کہ ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ یہ مژہل قرآن کے حکم کے میں مطابق ہے۔ قرآن کہتا ہے اگر بات تمہاری کچھ میں نہ آئے تو ان سے پوچھو جو جانتے ہیں۔

مال ہی میں سعودی عرب کے شہر ریاض میں دو بھائیوں نے Foetus کے متعلق قرآن میں جو بچوں کو کھانا ہوا تھا وہ اکٹھا کیا اور دور عاضر میں Specialist ایک غیر مسلم سائنس دان کو بھیج دیا۔ اس سائنس دان کا نام تھا کیتھ مور (Keith Moore)۔ کیونکہ مور یونیورسٹی آف نورث انڈیا میں پروفیسر تھا۔ اس نے Foetus پر ڈاکام کیا تھا اور بہت ہی کتابیں لکھی تھیں جو بیکٹ بک کے طور پر پڑھائی جا رہی تھیں۔ دو لوگوں بھائیوں نے کیونکہ مور کی ہر طریقے سے مدد کی۔ عربی الفاظ کا مفہوم سمجھایا۔ دراصل کیونکہ کے لیے ایک مشکل آن پڑی۔ قرآن میں لکھا ہے

کہ جنہ باتیت میں محبت ہے، اگلن ہے، خلوص ہے۔ میرے بابا مجھ سے کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے دیکھی حقیقت! عقیدت نہ پال عقیدہ پال۔ جواب میں میں کہتا میرے اندر تو عقیدت ہی ہے، عقیدہ نہیں۔ وہ کہتے تو پھر ضھوراً علیٰ سے عقیدت لگا۔ عقیدہ خود سنو جائے گا۔ ان ندوں میرے بابا کے ایک دوست تھے بڑے بڑے بڑے۔ وہ مجھے پے حد پسند تھے۔ ان میں بڑا بندہ تھا۔ رنگ تھا۔ حضور سے والہان مشق تھا۔ کھل کر بات کر دیتے تھے۔ بزرگوں کی طرح پہلیاں نہیں بھجواتے تھے۔ ایک روز میں نے اپنے بابا سے بات کی۔ میں نے کہا مجھے آپ کے بڑوں دوست بہت پسند ہیں اس لیے کہ ان میں بڑا بندہ ہے، بڑا خلوص ہے۔ بہانے کہا جنہ باتیت تو کوئی اچھی چیز نہیں۔

It is disqualification.

ارے امیں گھر آگیا چونکا۔ وہ کیسے؟

کہنے لگے حضور کو پسند نہیں تھی۔ فرماتے تھے حد میں رہوں صدی پارند کرو۔ اسلام اعتدال پسندی کا نام ہے، تو ازان کا نام ہے۔ شدت مسلمانوں کا شیوه نہیں ہوتا چاہیے۔ اسلام خذلے میٹھے لوگوں کو پسند کرتا ہے۔ اس کے بر عکس آج اہل مغرب کہتے ہیں کہ مسلمان اشہد پسند قوم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے اباداروں کا رو یہ شدت بھرا اور وہ شدت بجزیت کرتے ہیں۔

-----o-----

تلخی

سارا تصور ہماری تلخی کا ہے۔ ہم میں وہ مشتری پرست نہیں جو ہم سائی مبلغوں میں ہے۔ وہ اپنی ساری زندگی تلخی کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔ دور دراز اپنی مکون میں چارجے ہیں۔ عام میں کھل مل جاتے ہیں۔ مذہب کی بات نہیں کرتے۔ تقریب ہی نہیں جماڑتے۔ بخشش نہیں کرتے۔ مناظر نہیں کرتے۔ صرف لوگوں کی خدمت کرتے ہیں۔ پیاروں کو دو دیتے ہیں۔ مالیوں کو امدید دیتے ہیں۔ دکھلوں کے دکھ بانٹتے ہیں۔ حق ذات والوں کو مسامرات دیتے ہیں۔ پاس بخاتے ہیں۔ اپناتے ہیں۔ ان کے برتاؤ کا لوگوں پر اتنا خٹکوار اڑپڑتا ہے کہ لوگ خود کو دیسا بیت قبول کر لیتے ہیں۔

در اصل یہ طریق کار صوفیوں کا تھا جو ہم سائیون نے اپنالا ہے۔ صاحبوں میں ایک ہوں جو تلخی کی بات کر رہا ہوں۔ جب اسی راه پر نوں کے ہاتھ لک رہا ہے تو منافق کی بات کیا کرنا۔ ہمارے رہا ہر خدا اسلام کو سچ کر رہے ہیں۔ اسے ریچاں (Ritual) بھار ہے ہیں۔ انہیوں نے اسلام کو حسم کی تھل دے رکھی ہے۔ روح کو نظر انداز کر رکھا ہے۔

ان کا تلخی کا انداز جارحانہ ہے۔ ان میں شدت ہے۔ وہ حکم چلاتے ہیں حالانکہ قرآن کی سب سے ہر کوئی یہ ہے کہ وہ علم نہیں چلاتا۔ Authoritarian نہیں۔ مذہب کے معاملے میں ہمارے سلسلہ جذباتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مذہب کے معاملے میں جذباتی ہونا ایک صرف ہے۔

شدت

میں بھی عقیدت میں جذباتی ہوئے کو ایک صرف سمجھا کرتا تھا۔ میں کہتا تھا

بائیتی نوگزے

اسلام کی سادگی کی بات پر مجھے محمد فاضل یاد آگیا۔ محمد فاضل چشم کے کسی گاؤں کا رہنے والا ایک ان پڑاحد مسلمان تھا۔ قسمت آزمائی کے لیے وہ کسی ناکی طور پر پہ میں جا پہنچا۔ یہ میں کئی سال رہتا رہا۔ سارا دن ہوٹل میں ہوتا رہتا۔ باور پی خانے میں جھاؤ رہتا۔ رات کو کسی فٹ پاتھ پر جا کر پڑا رہتا۔

آنٹھوں سال کے بعد پہ چلا کر محمد فاضل ہیوں کے سب سے پوش ہوئیں کا چیف شیف بن گیا ہے۔ شیف باور پی کو کہتے ہیں۔ ہوٹل میں تمام کھانے پاکنے کی ذمداری شیف پر ہوتی ہے۔ شیف کی تجوہ ہوئی کے چیف نمبر کے برادر ہوتی ہے۔ میں فاضل کو جانتا تھا۔ یہ خبر سن کر وہ ہیں کے ایک پوش ہوئی کا شیف بن گیا ہے مجھے بیلن دیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک چھلی ان پڑاحد جوان چند سالوں میں انتہے اوپنچھ مقام پر پہنچ جائے۔

میں نے اپنے فاران آفس کے دوست سے پوچھا کہ یہ کیسے ہون ہے کہ ایک ان پڑاحد فضیل ہوئی کا شیف بن جائے۔

میرا دوست پشا کہنے لگا۔ ”مخفی! پاکستانی عجیب قوم ہے۔ یہاں سے الوجہ ہوتے ہیں۔ چند باتی ہوتے ہیں۔ منافقت اور کرپشن میں اس پت ہوتے ہیں۔ مفرغی ممالک میں جا کر پہنچنیں انہیں کیا ہو جاتا ہے۔ جن ہن جاتے ہیں۔ ہمارے ایک رشتہ دار گئے تھے۔ چار سال وہاں رہ کر جیئے اور اب وہ ہوٹل کے

مالک ہیں۔ سنده کی ایک نیمار کسی صاحب حیثیت کی میڈی کی حیثیت سے گئی تھی تاب وہ ایک کروڑ پینی لاڑکی بن گئی ہے۔ اس کے لیے نازدیک اپن کراچی سے جاتے ہیں۔ کھجور ہندوستان سے جاتا ہے آرم پاکستان سے جاتے ہیں پاپا اور دوڑیاں بھارت سے جاتی ہیں۔ میں رہتی ہے جا بلوکر ہیں۔ سفر کے لیے پانچ لائل کا پڑھر ہے۔“
وہ پہنچنے کا بولا۔“ یہ پاکستانی یہیں گھب تھوڑے ہے۔ یہ دلت بالشیتی بھی ہیں نوگزے بھی۔

ہانٹی

کچھ ہوں کے بعد پہ چلا کر فضل چھٹی پر گاؤں آیا ہوا ہے۔ میں اس سے ملے کے لیے گاؤں چلا گیا۔ بڑے تپاک سے ملا۔ با توں کے دروازے میں نے پوچھا ”فضل کیا واقعی تو ہوں میں شیف ہے؟“
وہ بسا اور بولا۔“ ہاں شیف تھا۔ چار سال شیف کا کام کیا۔ اب میں نے ہوئی خرید لیا ہے۔“

میں نے پوچھا۔“ یہ بتا تو کون کون سے کھانے پا کا جاتا ہے؟“
بولاس۔“ انگریزی فرانسیسی جرسن اٹالوی جنوبی روی امری۔۔۔ سب کھانے۔۔۔ ہر لکل کی دش کا کجا جاتا ہوں۔“

میں نے کہا۔“ یہ بتا کہ سب سے مدد و دش کون ہی ہے؟“
ایک منٹ کے لیے اس نے توفی کیا۔ سوچنے لگا۔ ہر بولا۔“ یہی بات پوچھتے ہو تو دنیا کی کوئی ساری ہاذی کا تمبلہ نہیں کر سکتی۔“
ہانٹی روئی کا کیا مطلب ہے؟“ میں نے پوچھا۔
بولا۔“ یہی ہانٹی روئی جو تمہری پکا تے ہیں۔“
حیرت سے مرد من کھلا رکیا۔

کہنے لگا "مخفی تھی ذرا سوچ وہ کتنا بڑا اونچی رانج کی۔ آج صدیوں کے بعد یورپ والوں کا حساس ہوا ہے کہ یہی جملہ فوڈ کھانی چاہے۔ باڑی کے موجہ سے صدیاں پہلے اس بات کو باڑی ایجاد کی تھی جو جملہ فوڈ کی بہترین مخلل ہے۔ باڑی میں شورپ ہوتا ہے، گشت ہوتا ہے، بزری ہوتی ہے، جرس سائیل ہوتے ہیں، مرچ ہوتی ہے، اور کہ ہوتی ہے، پیار ہوتی ہے، لہس ہوتی ہے۔ میں آج پہلے کہ لہس دل کے لیے کتنی بڑی ناک ہے۔ باڑی کے موجہ کو یہ راز صدیاں پہلے معلوم ہو گی تھا۔ پھر صائمے میں یہی الائچی چھوٹی الائچی، دارچینی کا مرچ۔ ابھی تک یہیں علمیں کہ ان چیزوں کے کیا خواص ہیں وہ ہمارے جسم کے لیے کس قدر مفید ہیں۔" وہ دک گیا۔ پھر بولا "باڑی صرف جملہ فوڈ کی نہیں اس میں جوڑا اکھے ہے، مخوارہ ہے اس کا جواب نہیں۔ مغرب والے تو چکی ہے سواد دشیں کھاتے ہیں۔ انہیں کھانے کی ترینیں۔"

مشی اور لذت

"پھر ایک اربات ہے جس میں باڑی کا جواب نہیں۔" یہ کہہ کر وہ پہنچنے لگا۔ بولا "جب میں شیف تھا تو ایک روز میں نے ہوٹل کے ماں کے کہا" صاحب جی ہادر پیچی خانے میں پھرے کے لیے برلن چاہیں۔ وہ جران ہوا اور بولا "ہادر پیچی خانے میں پھرے کے لیے برلن تو سب تھے ہیں جو برلن کے چار چار سیست ہیں۔ کسی برلن کی کمی نہیں ہے۔"

"ہاں کسی برلن کی کمی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"پھر تم کون سے برلن مانگتے ہو؟" "اس نے پوچھا۔

میں نے کہا "صاحب جی میں ایسے برلن مانگتا ہوں جن میں پائے ہوئے

کھاؤں میں چار گناہ کی بڑھ جائے گی۔" اس نے میری بات کیجی نہیں لیکن میں ان لی۔ چونکہ یہ مغرب والے ہیں پر کھاتے میں بیوی تھی کو مانتے ہیں نفاست کو مانتے ہیں۔ انہیں لذت کا شعور نہیں ہے۔ بخر جب میں نے اسے تیا کر کا صاحب تھی مجھا یہیے بر قرق پا جیں جوئی کے بیٹے ہوئے ہوں تو اس کا ذہن تحریر ہو گا۔" میں ناضل کی بات سن کر خود جیران ہوا۔ میں نے پوچھا "تو کیا تم وہاں میں کے برلن ہوئے؟"

فاضل بولا "باڑی تھی جو لذت میں کے برلن کے گھرے میں ہوتی ہے، وہ کسی اور برلن میں نہیں ہوتی۔ میں کی باڑی میں کھروڑے دال دیں پھر آنچی جلا دو۔ ساری رات پکنے والے سچ اس میں جو لذت پیدا ہو جاتی ہے اس کا جواب نہیں۔ پھر ٹھیں مٹی کنڑ والہ بیٹہ پیدا کرتی ہے یا کیا۔ اس کی لذت ہو جاتی ہے صرف کوٹھتی نہیں بلکہ اس کا جواب نہیں۔ مغرب والے تو چکی ہے سواد دشیں کے کیا خواص ہیں وہ"

"میں کے برخواں کی وجہ سے کیا فرق ہے؟" میں نے پوچھا۔

بولا "میں نے لوگوں کو لذت کی لعڑ دال دی۔ وہ وہ باڑیاں لپا کیں کہ گوروں کے مدد میں رال جل چڑی۔ اس تھی میں نے وہاں ایک بات پیکھی ہے کہ کھاؤں میں باڑی اور نہ ہیوں میں اسلام دو ہیوں کا جواب نہیں۔"

"اڑے!" میں خیرت سے چالیا۔ "باڑی اور اسلام کیا جوڑ ہے؟" وہ بولا "باڑی صاحب باڑی جملہ فوڈ سے اسلام جنمائی مذہب ہے۔ اسلام میں باڑی کی سب خوبیاں موجود ہیں۔ دنیا بھی ہے دین بھی ہے، دنیا بھی ہے دین بھی ہے۔ اس کی تلقون بھی ہے۔ خدمت بھی ہے، تحدید بھی ہے، محبت بھی ہے، جہاد بھی ہے۔ انتقام بھی ہے، زرم بھی ہے، معافی بھی ہے، سزا بھی ہے۔ کیا جملہ فوڈ مذہب ہے باڑی تھی! دنیا تھی! تعلق قائم رہے اللہ سے بھی تعلق قائم رہے۔ لکاو کا دوست کے ڈھیر کا دو۔ مگر بھر بات کر کھاؤ۔ اپنے لیے بلکہ ناٹا تو کسی غریب کے لیے ایک جسم پورا بنا دو۔"

چس لیتا ہے۔ گیب خیالات تھے اس کے۔ بڑا چاکھا تھا۔ یورپ اور امریکہ میں پورہ سال گزار کر آیا تھا۔ ہم اسے جدون کی بجائے پروفیسر جون کہا کرتے تھے۔ ”
گیب باخس تباہ کرتا تھا۔“

ڈاکٹر چاکھا بنتے گا۔ بولا ان دونوں ہم بھی اسے جوئی کہتے تھے۔
”کہتا کہا تھا۔“ میں نے پوچھا۔

بولا: ”کہتا تھا اگر ایک اللہ پر بچے دل سے ایمان لے آؤ تو تم بچاں فیصلہ Immune ہو جاتے ہو۔ مطلب ہے کہ بچاں فتحہ باریوں سے محظوظ ہو جاتے ہو اور کہتا تھا کہ اگر اللہ سے تعقیل پیدا کرو تو پھر تم میں اتنی Resistance پیدا ہو جاتی ہے کہ ہماری حملہ کرنے تو بھی تمہارا کچھ بھاٹپنیں کئی۔“

”تم ان کی بات ہے۔“ میں نے کہا۔

”جب حرب انہیں تھی اب نہیں۔“ کہا نہ کہا۔ پروفیشن میں آنے کے بعد ہرے راز محل جاتے ہیں۔“

وہ پہنچنے لگا۔ پوچھا جلا۔ ”پروفیسر جون کی موجودیں آؤ تو محل کر دل کی بات کیا کرنا تھا۔“ کہتا تھا۔ ”ایکراہم بڑے احتیٰجیں جو ابھی تک ہیں کہتے ہیں کہ جنم یہاں جزیت کرتا ہے۔ یہ غلط ہے جنم نہیں ذہن یہاں جزیت کرتا ہے۔ ہم صرف خاہیری اعتناء کو لیتی ہیں دیتے ہیں..... دل، جگہ، پھر جوئے گردے وہ اعتماد ہو جائی خیالات اور جذبات سے Activate ہوتے ہیں وہ وہ کچھ چھپے ہیں مثلاً نعمود ہیں جیسا کہ ایک سنس ہیں۔ ان سے گیب دغیرہ تم کی طوبیتیں لٹکی ہیں جو ہماری بحث پر اثر رکھتی ہیں۔“

پروفیسر کہا کرتا تھا ”چدید سائنس کے مطابق اب یہ بات ملے شدہ ہے کہ انہیں چذبات میں سب سے زیادہ اڑ کرنے والا بندی دی چذب خوف ہے۔ پھر خوف کے پچھے گزرے ہیں جس طرح شیطان کے شتوگرے ہوتے ہیں مثلاً کھلش ہے تکراری۔

اسے لیے ریشمی سوت نہاد تو کسی حاجت مند کے لیے کندر کا جروڑا بخواہو۔ اسے بنی کی فیض دو تو کسی غریب طالب علم کی فیض بھی ادا کرو۔“

فاضل ہذا ہاتی ہو گیا۔ کہنے لا: ”اسلام بھی کیا نہ ہب ہے اب تک دولت کی ریلیں بھل ہو گئیں دولت ایک جگہ صیرہ ہو چکی پھر قری رہے۔ باختا کہے لو تو سرمایہ دارانہ نظام قائم نہیں ہوتا۔“

فاضل سے مل کر میں واہیں آرہا تھا تو میرے ذہن میں کھڑا ہو رہی تھی۔ فاضل کے ذہن میں اسلام کی تصویر کتھی سادھی تھیں ہمارے راہبروں نے خواہ جیجی گیاں پیدا کر کی ہیں۔

گھر پہنچا تو اکثر طالب اعلیٰ انتقال کر رہا تھا۔ وہ مجھے کہتے ہیں چالا یا ”کیوں کیا ہوا؟“

”کچھ بھی نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”بھوٹ“ دو بولا۔ ”تھاہرے اندرون کچھوڑی پک رہی ہے تھر پھا ہوا ہے اور تم کہتے ہو کچھ بھی نہیں۔“

میں نے کہا ”جس کے ایک بار پہنچی کی باتیں سن کی آیا ہوں۔ کہتا ہے دنیا میں دوچیز لاجیماں ہیں۔ کھاؤں میں باطنی اور مہبوبوں میں اسلام۔“

”اڑے“ دوہن۔ ”ہاذی کا کیا مطلب؟“

میں نے کہا ”ہماری ہاذی مٹی کی جس میں ہم آلو گوشت پکاتے ہیں۔ کدو کوشت پکاتے ہیں۔ وہ ہاذی۔“

”بات کچھ میں نہیں آتی۔“ کہا نہ کہا۔

میں نے تفصیل سے اسے بات تھائی۔

کہنے لگا ”یار جب ہم میدے نکل کا جوں میں تھے تو ماں ایک پروفیسر تھا اکثر جدون اور بھی ہاذی کا بڑا قائل تھا اس کے گھر میں کھانا مٹی کی ہاذی میں پکا تھا اور وہ کچے گھر سے پانی پیتا تھا۔ کہتا تھا مٹی کا گمراہ پانی کی سب Impurities کو

وہم ملک تبدیل ہیں۔ یہ سب جذبات انسان کے معدے پر اثر رکھتے ہیں۔
تجزیاً بیٹھ پیدا کرتے ہیں۔ اسرائیلیت ہیں۔ اگر ایک اللہ پر یقین کامل ہو۔ اگر دل
میں یہ یقین ہو کہ نہیں کوئی خوف اور نہیں کوئی قوت ماحصلے اللہ کے تو انسان ان

پوپریں جدون کہا کرتا تھا کہ "اللہ اک سرہاند ہے جس پر سر کر دو تو تم ان پر بیٹھنے اور ذوب جھکلوں سے آزاد ہو جاتے ہو اور اسلام کیا ہے؟ اسلام انسان کو حقیقی خیالات سے محفوظ رکھتا ہے۔ شرے بھا جاتا ہے۔ لفڑی، خدا، عالم، حمد جیسے حقیقی چیزیں جذبات سے محفوظ رکھتا ہے۔ حقیقی چذبات ہمارے جسم کے ندوؤں سے نہ بڑھی طوبات خارج کرتے ہیں۔ اس کے برکشیں محبتِ خدمتِ ہمدرودی ایسے بثت چذبات صحیح ہوتے ہیں۔ اس کے تجھے ہی۔"

پلاکی پا تیس کر گئی مزید سوچوں میں پڑ گیا۔ پچھلی ہمارے رہبر ہم میں خوف کا چند بے کیوں پیدا کرتے ہیں۔ کیوں حقیقاً توں پر زور دیتے رہتے ہیں۔ انہوں نے بھی اس سے پایا جن کی باتیں کی جو دیشیں ہمارے گروہوں طرف پہنچتا ہوا ہے۔ اس خیر کا چند بے کی باتیں کرتے جوانان کے دل میں جاگزیں ہے۔ اس رفت کرم اور ان بھتوں کی باتیں کرتے جو اللہ نے ہمیں حطا کر دیں ہیں۔ اس شرف کی باتیں کرتے جو ابادی اقلیٰ نے انسان کو حطا کر دکھائے۔

ساجیو اور قرآن کے متعلق صاحب نظر بڑگ رکجے ہیں کہ وہ کتاب کے پھول کے صدقہ تھے اور پرچی پتی الماء تو پیچے ایک اور بیکٹیں لکل آتی ہے۔ پنج بیکٹیں الماء تو اس کے نیچے ایک اور بیکٹیں لکل آتی ہے۔ پتی کے نیچے پتی تینی کے نیچے پتی تینی کے نیچے پتی۔ ایسے عق قرآن پاک میں فہمیں در فہمیں ہیں۔ جتنا خور کرو ادا کر گمراہ فہمیں... لیکن ہمارے دل میں صرف بارے کے فہمیں کو آخیری فہمیں کہتے ہیں اور اس کا اعلان بھارتی رستے ہیں۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ ہمارا فرماتے ہیں کہ ہماری کائنات کو دیکھو سرسری

طہر پر نئی خور سے دیکھو خالی دیکھو نیپیں ملکار کرو۔ بکھو۔ پھر دیکھو اور سوچ۔ پھر دیکھو اور سوچ۔ قرآن کوچھ خوب رہی طور پر نئی خور اور فرستے پر جماداں بکھو۔ پھر دیکھو اور بکھو۔ پھر دیکھو اور سوچ۔ کام کرم قرآن کے اشارات کے حوالے سے کائنات کے دارالاماء کے۔

ہمارے رہبر دن میں کامات پر غور کرنے اور کامات کے راز پانے کی خواہیں نہیں ہے۔ انہیں قرآن کو سمجھ کی خواہیں نہیں ہے۔ وہ تو صرف قرآن کی تلاوت کرنے کے خواہیں ہیں صرف اس سے کیوں کتاب کماں۔ بہشت کے حق دار ہو جائیں۔ وہ وہ کمی خبری ہوں۔ چلداروں نتوں کی شہنیاں اشارے پر بچی ہوں

جادیں اور پھر خوب صورت حداں ...
سماجی قرآن ایک حرمت اگلیز کتاب ہے۔ ایک کتاب جس کی کوئی مثال
نہیں ملتی۔ آج دنیا بھر کی لا بھر بڑاں کتابوں سے بھری ہوئی چیز۔ علم کے ہر شعبے پر
بڑاروں کتابیں موجود ہیں۔ مذکوی کتابیں سائنس کی کتابیں اپنی کتابیں۔ ان لاکھوں
یہاں کروڑوں کتابوں میں ایک کتاب بھی قرآن جسمی نہیں ہے۔ قرآن کا دردیہ اونکا
ہے۔ اس کے موضوعات ان کے ہیں اس کا شارے انوکھے ہیں۔

ہم عام مسلمان سمجھتے ہیں کہ قرآن اسلامی کتاب ہے۔ قرآن میں یا ری تعالیٰ مسلمانوں سے مطالب ہے کہ انہیں نہیں۔ یہ کتاب تعالیٰ نوع انسان سے مطالب ہے۔ ایسے ہی موجہ کا کوئی نہیں کہارے۔ حضور کراہ و امر صرف مسلمانوں کے لیے ہی مٹا دیں گے۔

سائنس علم نہیں

مجھے ایک قاری کا خلا موصول ہوا ہے۔ لکھتے ہیں آپ نے اپنے سلسلہ
مظاہن حاصل میں کہی سائنس اور نہ بہ کے تضاد پر وہی نہیں ذالی۔
درامل سائنس کے حلقل ہم نے ایک طفیلی پال رکی ہے۔ ہم لکھتے ہیں
کہ سائنس ایک علم ہے۔ یہ ہماری بھول ہے۔ سائنس علم نہیں بلکہ کسی حقیقت کو کہتے
باکھتے کا ایک طریقہ کار ہے۔ ایسے ہی علم کے حلقل بھی ہم نے خوش بھیاں پال رکی
ہیں۔

درامل الش تعالیٰ نے کائنات میں ہمارے چاروں طرف اپنی چکتیں بھی
رکی ہیں۔ ان کو کہتے کے لیے اپنی آسانی کی خاطر ہم نے ان کی درجہ بندی کی ہے
ٹھلاؤ دوں کے حلقل حقیقتیں، مجھلوں کے حلقل حقیقتیں، موسوں کے حلقل حقیقتیں۔
فرض کیجئے ہم پودوں کے حلقل حقتوں کو سائنسی طریق کارے کجھ کا کھا کر لیجئے ہیں
 تو پیدوں کے حلقل علم ہو گیا ہے ہم ہانی کہتے ہیں۔ عالم زبان میں ہم ہانی کو سائنس
کہتے ہیں۔ یہ قطاط ہے۔ ہانی سائنس نہیں بلکہ پودوں کے بارے میں علم ہے ہے
سائنسی طریق کارے حاصل کیا گیا ہے۔

فرض کیجئے آپ طوفہ پکانا پا جائے ہیں۔ پہلے آپ نے سوتی کو کوئی میں بھون
لیا پھر اس میں طوفہ کا شیر اداں دیا۔ لبھے طوفہ پار ہو گیا۔ طوفہ اور چرچے ہے میں جس
طریقے سے وہ بیان کیا ہے وہ اور چرچے ہے۔ ایسے حق فزکس طبیعت کا علم ہے سائنس

کرنے کے زمانے سے پہلے قلعے پہر ہوئے تھے۔
قرآن اخلاقیات کی کتاب ہے جس میں انسانی برہنا ہیں اخلاق کے
اصول درج ہیں۔ قرآن بحث عام کی کتاب ہے جس میں حفاظت کے اصول
درج ہیں اور ادوبیات کا تذکرہ ہے۔ ایک ادوبیات جو بیشکے لیے فناہ باثث ہات
ہوئی ہیں۔

برنکل تذکرہ صاحبو آج کے اخبار میں ایک جوان کی خبر درج ہے۔ پی آئی
ایم ایس ہبتھال میں ایک جلی ہوئی مرینڈ آئی۔ چوبا پہنچے کی وجہ سے اس کا چڑہ
جلس کر کے چوپا کا تھا۔ جسم جھل گیا تھا۔ ڈاکٹروں کی کوششیں بے کار رہا تھا ہوئیں۔
انہوں نے اسے لالاعان قرار دے دیا۔ شہر سے ایک خاتون آئی جو قرآن آئی ادویات کی
کھلائی۔ اس نے ڈاکٹروں سے کہا ”آپ مرینڈ کی زندگی سے مایوس ہو چکے ہیں۔
اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کا لالاعان کروں۔“

ڈاکٹروں نے اجازت دے دی۔ خاتون نے مرینڈ کے چہرے اور جسم پر
شہد کیا پہنچ دی۔ تمدن دن وہ لیپ کرتی رہی۔ مرینڈ میں جرحت ایکی تھدی میں واقع ہوئی۔
وہ تھی اور اب اس کا جام اور چہرہ روپے صحت ہے۔ صاحبو آن کا جواب نہیں۔
جواب کیسے ہوئی اللہ کا کلام ہے۔ الراشیک اللہ کا۔ قادر مطلق اللہ کا۔
اللہ کا بھی جواب نہیں۔ اللہ بیک وقت محبوب بھی ہے۔۔۔ بہت بڑا محبوب۔
کہتا ہے یہری طرف دیکھو یہری بات کرو۔۔۔ سیرا نام چھو۔۔۔ مجھ سے یارانہ لگاؤ۔۔۔ یہرے
مشق میں رہنا رہو۔

اللہ بیک وقت محبوب بھی ہے اور عاشق بھی ہے۔ وہ اپنی تھلویں سے یار کرتا
ہے۔ ہر زی ورد کا خیال رکھتا ہے۔ لا لالا تا ہے۔ کھلاتا ہے پھاتا ہے۔ کسی کو تکلیف نہ ہو۔
رزق ہاتا ہے۔ فتوح کی بارش ہوتی رہے۔۔۔ یہاں اپنی تھلوی پر بکاہا ہے پر پردہ۔

جنیں تو تھا ہر ہے کہ سائنس کوئی علم ہے جس کی کوئی منزل ہے۔ وہ ایک طریقے کا
ہے جیسا جا ہو گا لو۔

پاٹھ حواس کے قیدی

ساجوں اہارے احساسات محدود ہیں۔ جن کی مدد سے ہم اپنے گرد و پیش کو
کھینچتے ہیں، مثلاً ہماری سعادت محدود ہے۔ ہم پھر ہمی آوازِ نبی مسیح کے اور نبی
بڑی آوازِ نبی مسیح کے ہیں۔ میکی گفتہ ہماری آنکھ کی ہے۔ ہم کچھ چیزیں دیکھ سکتے
ہیں کچھ چیزیں نہیں دیکھ سکتے۔ مثلاً قرآن میں اللہ نے کہا گواہم نے تمام ذی
حیات چھوپنے کے افسوس سے بے کارا

لوگوں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ پانی تو چینے کی چیز ہے۔ اس سیال سے ملحوظات کیسے بنائی جائیں؟ پھر صدیوں بعد کسی شخص نے خود بین ہائی جس کی مدد سے بیسیں وہ جھوٹی چیزیں ظناً کیتیں ہیں جنہیں ماری آگئیں اور آگئیں دیکھ کر سمجھیں۔ پھر کوئی نے خود بین کی مدد سے پانی میں جھانا تو دیکھا پانی تو صحیح جائے کیزیں سے بھرا ہوا ہے۔

ہومیو-ڈیگری

خاہر ہے کہ سائنس کا طریقہ کاربر بات پر حادی نہیں مٹا ہو سکتی کو
لیجے۔ ایک دردش صفت آؤ جس کا نام ہامن تھا، یعنی بھائیے بھائیے سمجھی۔
یہ بھی جیب بات ہے کہ علم جب بھی آتا ہے انہوں کو ذریعے آتا ہے
مثلاً کس قرآن میں ایک حقیقت پچاہہ مارتی ہے: مگر اس قرآنی آپس حقیقت
کی طرف مدد و مدد ہو جاتی ہے۔ وہ سچ بچاڑ کرتا ہے: فکر کرتا ہے: حقیقیں کرتا ہے جی
کہ وہ حقیقت واضح طور پر کچھ میں احتمال ہے۔

ایسے ہی بائیس کے ذہن میں ایک حقیقت کرن کی طرح پھولی۔ وہ حقیقت حقیقی کہ دو خالص دو تو کم پڑھوں گے۔ اگر اس میں پانچ ملادہ بچائے جائیں اسے Dilute کر دیا جائے تو اس کا اثر بہت ہدھ جاتا ہے۔ ہمان نے اس حقیقت پر خور کرنا شروع کر دیا۔ گجرات کے پھر اس نے مریضوں کو خالص دو ایجمن کے بجائے Dilute دو کا ایجاد کر دیا اور اس کے بہت مدد و تحریر آمد ہوئے۔

مروج طریقہ مطاعن والوں کو یہ بات سمجھ رکھی گئی اور انہوں نے سامنے انہوں سے کہا کہ اپنی لیس میں اس بات کو جانچ کر کیا واقعی Diluted دوازی اور پو اثر ہوتی ہے۔

لیب کے سائنس دانوں کو ڈائیکٹ ودا ہمیا کی گئی۔ انہوں نے اپنے وزاروں کی مدد سے چاٹھا پر کھا۔ ہومیج پیٹھک دوا اس حصک ڈائیکٹ کردی گئی تھی کہ سائنسی اکالات دوا کی موجودگی کو جایج نہ سکن لہذا انہوں نے اعلان کر دیا کہ اس میں خالص بانی ہے۔ دوا کا کوئی ضرر موجود نہیں۔

سینی خاں

سامنی طریقہ کارائیک لٹالا سے بڑا مسٹک خیز ہے۔ وہ اعلان کوئی نہیں دیکھتا مثلاً انہیں نے وہی وہا کی ایک مریضوں کوی اور وہ شفایا باب ہو گئے۔ سامنی طریقہ کارائیک نہیں دیکھتا کہ وہ کے تباہی کیا ہیں؟ اس میں خداوندی کی علاقت ہے یا نہیں؟ وہ صرف پیدا کر کے ہمارے طریقہ کار پر پورا ارتقی ہے یا نہیں۔ تجھے یہ ہوا کہ مردوجہ طریقہ اعلان کے واکروں نے اعلان کر دیا کہ ہومیوڈمیچی سامنکل طریقہ اعلان نہیں۔

اس کے باوجود ہی وہ پوچھ طریقہ علاج چلنا اور دربروز تکمیل ہو جائیا
تاہم مروج طریقہ علاج والے اسے غیر سائنسی طریقہ علاج کہلاتے رہے۔
پوچھ اک عجیب اتعاب ہوا۔ کی دوسرا سائز پنچی نے اک دادو جاری کر رہی تھیں

بھگی تا کہ وہ انسانی جسم پر اس کے اثرات کا جائزہ لیں۔ اس کے اٹکو لیپ والے روز سا پتے۔ نیچہ تقریباً دنی رہتا۔ ایک روز لیپ کی لڑکی نے جو اسے جانچا تو وہ جمیان رو گئی۔ اتر و سے بھی زیادہ بڑھ گیا تھا۔ وہ گھر آگئی۔ بار بار اس نے جانچا لیکن نیچہ دگنا نہ رہا۔ اس نے اپنے ساقیوں سے بات کی۔ وہ سب اس بات پر جمیان ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ شاید دوامیں کسی نے ملاوت کر دی ہو۔ دوامی مقدار کو دیکھا تو وہ اتفاقی بڑی ہوئی تھی۔ حقیقت کے بعد پہ چلا کر کسی نے دوامی پانی وال دیا ہے۔ اس پر ایک اور مسئلہ سامنے آگئی۔ کیا پانی ملانے سے دوامی طاقت بڑھ جاتی ہے؟

انہوں نے دوامیں اور پانی طیا ہمہ نیت کیا تو پہ چلا کر اتفاقی دوامی پانی ملایا جائے تو اس کی طاقت کم ہونے کے بجائے بڑھ جاتی ہے۔

انہوں نے اس بھرپے کو بار بار آزمایا اور جب اس کی حقیقت پر یقین آگیا تو انہوں نے ایک سانچی جریدے میں اسے تفصیل سے شائع کر دیا۔

یہ دیکھ کر مردوں طریقہ علاج والے تاجر گھر گئے کہ اگر ہوئے تو چک طریقہ علاج کو ساختک مان لیا گیا تو ان کے لیے باعث انتصان ہو گا۔

مفاد پرستوں کی باندی

بہر صورت ایک حقیقت غایب ہے کہ سانچی طریقہ کارڈ تو تھی ہے اور نہ مکمل۔ سائنس اسلامی تعالیٰ کھستیں بھی کے لیے ہم نے ایک باندی مقرر کر گئی ہے۔ یہ مطریقہ تھی کہ چھٹاڑ ہے کہ انہوں نے سائنس کوas قدر را ہیست دے رکھی ہے ورنہ آج کل تو سائنس کی وہ حیثیت نہیں رہی جو کسی پہلے ہوا کرتی تھی۔ پہلے وہ کائنات کے راستیں اللہ کی محکتوں پر حقیقت کیا کرتی تھی۔ قریبی چزوں کا محکم لگایا کرتی تھی۔ آج کل تو وہ محکم اور پرستوں کے لیے چھوٹے چھوٹے خوبی کام کرنے پر مجبور کر دی گئی ہے۔ سائنس دان اپنی مرٹی کے

مطابق کام نہیں کرتے یا تو حکومتی ائمیں خرچی لجتی ہیں یا اگر وہ بکنے سے الگ رکر دی تو ائمیں زبردستی برقرار رکھ لیا جاتا ہے۔ حکومت کے ملاوے تاجر لوگ اپنے جائز ہا جائز مفادات حاصل کرنے کے لیے سائنس دانوں کا استعمال کرتے ہیں۔

مغزی تہذیب لے اکائیں کو میرگی کا میاڑا اور مقدمہ قائم کم کے مقابلہ پر تی کو ہوادی ہے۔ مثال کے طور پر جب تھی ای ایس پی رائج ہوئی تو انسانی ذہن کی ایک تھی طاقت نئی پتھری ٹکریوں میں آئی کہ انسان اپنا خیال دوسرے انسان کے ذہن میں منتقل کر سکتا ہے۔ اس پر بہت سے تحریات کیے گئے مثلاً دو دوستوں کو دو دوستوں کو دو دوستوں کو دو دوستوں کی گذراں رکھ دی گئیں۔ ایک نے حکم کی تیکم کو خلیا اور پھر شوری طور پر کوشش کی کہ اس کا دوست جو کسی ایک سمل دوسرے خیال اور اس کی طرف متوجہ ہو، بھی حکم کی تیکم اٹھا۔ مطلب تھا کہ ایک فرد کا خیال دوسرے فرد کے ذہن میں منتقل کرنا۔ اس طاقت کو مختلف تحریری صورتوں میں ترقی دیکھ جاسکتی تھی جیسے مفاد پر تی کی اس فہامیں جو مغرب نے قائم کر کی ہے، علمی اخلاقیات یا درحالتیت کا کوئی مقام ہی نہیں لہذا نئی پتھری کی طرف تو چند دی گئی۔

"وار ہا گلگز" کا ہتھیار

آخروں کو سمجھی۔ اس نے سوچا کہ میلی پتھری کو فوجی کام میں لایا جا سکتے ہے۔ جب باندی رابطہ نوٹ جائے اور یونیٹ کے درمیان کیوں کیش کی کوئی صورت نہ ہے تو میلی پتھری کو استعمال میں لایا جا سکتے ہے۔

یہی سخنے میں آیا کہ دوامیں میں میانقایت اور روحانی طolum پر سرچ ہو رہی ہے بلکہ ان تو توں کو فوجی طاقت کے طور پر استعمال کرنا ہے۔ تو غابر ہے کہ مغزی نظام کے تحت سانچی ترقی اخالی فلاح پر یعنی انہیں کرتی بلکہ دہنوں میں انتشار گھروی اور بیشان پیچا کرتی ہے۔ تو مسلموں کے بیانات سے پہلے

زندگی گزار رہا تھا۔ اپنی دفتری ذیوں کے تحت میں بڑے تھوڑیں کی زندگی کے حالات پر چڑھا تھا۔ انہی مددگار کا باب شروع ہوا تھا کہ میں ایک جملہ پڑھ کر چلا تھا۔ لکھا تھا۔ میں ایک آنے کے بعد وہ کمیں توں تمہارے چھاہی ایک انساں ہوں۔

یہ جملہ پڑھ کر میں چونکا۔ ارسے اخدا یا کیا کہد رہا ہے اکیا یہ مسلمانوں کا خدا کہد رہا ہے اور کیا خدا گھوٹ سے کہد رہا ہے جس کو اس نے سب انسانوں سے زیادہ اعزت کا مقام دریا ہے۔

پھرہ بیرے دل میں سوئی کی طرف چھپ گیا۔
یہ کسکا ہے کہ خدا جس غصیں کو تھام انسانوں کا سردار بنائے اُس سے
کہے کہ تم لوگوں سے کہہ دو کہ میں مجھی تھارے جسما ایک انسان ہوں۔ دوسرا سے
مدد ہوں تو جو غصیں شکاری طرف سے بھیجا جاتا ہے وہ تو دیباہن جاتا ہے یا خدا کا
ذکر، الٰہ کا مننا۔

ان کی بات چھوڑئے اتھارے ہاں تو وہ لوگ جو کر رہے میں دعا کیں کرتے
ہیں اور پاری کہلاتے ہیں ان کا مرتبہ بھی عام انہوں نے زیادہ کرتا ہے۔
تو سما جو یا جملہ میرے طبق میں ایک گیا۔ میرے دل میں خوش
بیہدہ ہوئی کہ میں اس شخص کے تعلق ہر یہ باتیں جانتوں۔ میں نے محمدیہ کے
لکھنی ہوئی کی ایک کتاب میں پڑھ دیا۔ جوں جوں میں پڑھا گیا، حیرت میں
کلگا۔

انوکھا شہنشاہ اور شاہزادے میں سے کوئی نہ تھا۔

چلنا ہے کہ مغرب میں ذاتی انتشار بروختا چارا ہے۔

نہب کا سارا

مفری ملک کے لوگ کام اور تفریخ کے پھر سے بے زار ہو چکے ہیں۔ ۱۵

ذہب کے سہارے کی ضرورت حکومی کر رہے ہیں۔ ذہب کے بھر زندگی ایک بے مقصد شور اشوری میں ایک آوارگی!

مغرب میں جتنے ذہب بھی رائج ہیں وہ طوطا جنہاً تم کی کہانیوں سے بھرے

پرانے زمانے میں جب عقل و دانش نے اتنی ترقی نہ کی تھی تو گ ان طواعیں کے

کہانیوں کو حلیم کر لیتے تھے۔ اب صورت حال مختلف ہے۔ آج کے ماذر ان اونی کے لئے صنایعت ماہیوں دست کے قصے کہا جائیں اب قابل تقبیل نہیں وہ روح کی نعمی کرتے

یہیں۔ اس کے علاوہ پادریوں اور راہبیوں کو جو ارث حیثیت دی گئی ہے وہ جمہوریت کے ایسا کارکردگی کا نتیجہ تھا۔

اس کی اصول می تھیں کہ اپنے اسراری انسان ان دو دوسرے سوچ دیکھ بھی سکتے۔ اس لیے کام، عیاشی اور مقاوم پرستی کے پکد سے نکلے کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔

کوئی کوئی ایسا خوش قسمت آدی ہوتا ہے جو اپنا قاتا اسلام کے بارے میں
مطہر احمد کر لے نے چکا۔ سے ان مظہروں سے ریغین فہم آتا۔ بھر جال

انجمنے میں تحقیق کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور جب اسے تحقیق حال کا پڑھ جل جائے تو

بے توہہ حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ چند ایساں دس اور چونکہ نہ ممکن ہے

۱۵۰۰ میلادی میان سلسله ای از کارگرانی که در مکانیزم اقتصادی نمایند

مطمئن دھنا لیکن اس سے بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہی اس لیے عام لوگوں کی طرف

حضور کا کردار

- ☆ حضور کے کردار سے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ فیر مسلم بھی حاضر ہیں۔
- ☆ حضور پیدائش کھدا ہے تھے۔
- ☆ بھی خدا کا نتیجہ لاتے۔
- ☆ باوقار احمد ازاد اپنائے رکھتے۔
- ☆ کسی کے سلام کا انقلاب کیے بغیر خود آگے بڑھ کر سلام کرتے۔
- ☆ چھوٹوں کو بھی سلام میں پہلی کرتے۔
- ☆ تو کرچا کارداں گوں کے ساتھ زرم ہر ایسی اور جلو سے ٹیٹھ آتے۔
- ☆ ملاقاتی صافوں کے لیے ہاتھ بڑھاتے تو ان کا ہاتھ قائم ان سے نکلو کرتے۔ خود ہاتھ پیچے نہ بٹاتے جب تک کہ ملاقاتی نہ ہٹاتا۔
- ☆ کوئی شخص بھی حضور کو پکارتا تو چاہے وہ کسی بھی حیثیت کا مالک ہو ہتا ہو یہی ہمدردی سے اس کی طرف رجوع فرماتے۔
- ☆ کوئی حق کا ای کرتا تو مکار کراخ موسٹ ہو جاتے۔ ہبر کرتے۔ آپ کی حیا شانی تھی۔
- ☆ سر زرم گنگوٹی میں بیٹھنے زم تھے جہاد کے میدان میں اتنے ہی گرم تھے اور ثابت تقدم۔
- ☆ اصولوں میں ہے پکڑ دیا تھیا کرتے۔
- ☆ عدل و انصاف کے قائل تھے لیکن اگر بھائیں ہوتی تو رحمت کو افضل تر سمجھتے۔
- ☆ فتح کم کے موقع پر قاتح کی حیثیت سے شہریں داخل ہوئے قریش کے سردار لرز رہے تھے۔ انہیں احساص تھا کہ انہوں نے کیا کیا علم و حادثے تھے۔ وہ خوف

میں انسان ہوں تم چیسا انسان۔
یہ تعلیم بھرے لیے جبراں کیں جلے تھے۔

ایسے جھٹے میں نے کسی نہیں مصلح کی زبان سے نہیں سئے تھے۔ میں نے سوچا خدا یا کیسا نہ ہب ہے جو انسانی سے اس قدر آنکھ ہے!
پھر میں نے محمد کی بائی گرانی غور سے پڑھی۔
وہ ہب کا مطلق الخان بھراں تھا۔
سلسلوں کا سارا راقما۔

اور اپنے علمتے میں سب سے زیادہ محترم حیثیت کا مالک تھا۔
اس کے باوجود اس کے گھر میں کوئی توکرنا تھا۔
وہ اپنا کام خود اپنے ہاتھوں سے کرتا تھا۔
اپنے کپڑوں پر اپنے ہاتھ سے پونڈ لگاتا تھا۔
اپنے جو قوتوں کی خود مرست کرتا تھا۔
موہنیوں کو اپنے ہاتھ سے چارہ دالتا تھا۔
اپنے ہاتھ سے دودھ دو دلتا تھا۔
میری روانت میں دیبا ہب میں کوئی بھراں ایسا نہیں ہو گا جو اپنے کام اپنے ہاتھوں سے کرتا ہو تو یہیں کوئی آدمی ذرا ازانت نہیں۔

میں نے محسوس کیا چیزے اس کے کردار میں سوات جب ہریت اور رحمت یوں سوکی ہوتی ہے۔ یہیں گاہ کے پھول میں خوشبوسوئی ہوتی ہے۔
میں اس کے کردار سے اس قدر رہا تو ہوا کہ میں نے اسلام کو جانے بغیر قرآن کا مطابع کے بغیر اسلام قبول کر لیا۔ میں نے محسوس کیا کہ ایسا انسان کسی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اسکی خود فرمی میں جھٹائیں ہو سکتا اپنادا۔ جس نہ ہب کا وہ پرچا رکتا ہے وہ نہ ہب لازماً چاہے۔

ہے؟ میں انوں تو کیا ہاں؟ کروں تو کیا کروں؟ ان سوالات کے ساتھ وہ کوہ حکمی
بیت ناک چنانوں اور بیگناں نوں کی درشت تھائیوں میں سرگردان رہا اور آخکار
اسے ان کا جواب لگایا۔ خدا کی الہامی قوت نے اسے انوں کی رہنمائی کے لئے
جنن لیا۔“

مریم جبل

حضرت مریم جبل ایک نوسلم خاتون ہیں۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے وہ
یہودی خادمان سے طلق رکھتی تھی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ پاکستان آئیں اور
آن کل لاہور میں مت گرفتہ میم ہیں۔ انہیوں نے ایک مسلمان شخص محمد یوسف خان
سے شادی کر لی اور اسلامی اندھار سے گھر بیوی حورت کی طرح رکھتی تھی ہیں۔
وہ دھرم اسلام پر کافیں تصنیف کر رہی ہیں۔

اپنی ایک کتاب ”اسلام اینڈ ویسلن سوسائٹی“ میں وہ لکھتی ہیں کہ خیر
اسلام صرف خود ہی سادہ زندگی بر سر نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی گھر والیاں بھی انسکی ہی
زندگی بر کر کی تھیں۔ لکھتی ہیں:
”ایک روز حضرت علیؓ نے اپنے ایک شاگرد سے کہا آؤ میں تمہیں بی بی
فاطمہ کی کہانی سناتا ہوں جو محمد رسول اللہ کی جو تھی ہیں۔“

فاطمہ رضوی خادمان بختی ہیں بھی چاہتی ہیں جس کی وجہ سے ان کے ہاتھوں
پر چھاٹ لائل کئے ہیں روزہ کوئی کس سے ملکرے میں پانی بھر کر لائی ہیں تاکہ گھر کی
ضرورتیں پوری ہوں۔ ملکرے لائکنے کی وجہ سے ان کے جسم پر نشان پڑ جاتے تھے پھر
وہ روزانہ خود گھر کی صفائی کرتی ہیں۔

ایک دفعہ ایسا کہہ دینے میں پچھوٹکی قیدی لائے گئے۔ میں نے قاطر
سے کہا بی بی آپ اپنے والد سے جا کر درخواست کریں کہ جگنی قیدیوں سے ایک

زدہ تھے لیکن حضور نے فرمایا لوگوں اج تم سے کوئی انتقام نہیں لیا جائے گا۔ اللہ جبھیں
محاف کرے۔

☆ آپ ساری انسانی کے پہلے رہما ہیں۔ اولین قانون ساز ہیں جنہوں
نے حورت کو مردانہ شاون ازم سے بجات دلائی۔ حورت کو مرد کے برابر مساویان حقوق
دلائے۔

مغرب میں اُن آج بھی حورت کو چاہیا دیں ہے کا حق عامل نہیں لیکن
آپ نے چودہ موسال پہلے حورت کو حیق دیا۔ آپ کی تعلیمات میں حورتوں کے حقوق
پر بڑا اثر دیا گیا ہے یہاں تک کہ آپ کا فرمان ہے کہ ماں کے قدموں میں جنت
ہے۔

غیر مسلموں کے تاثرات

مغربی مصنفوں میں اسلام و مذن قتوں کے پھیلائے ہوئے تھببات کے
باوجود کچھ لکھنے والے ایسے بھی ہیں جنہوں نے تھببات سے اڑپنیں لیا مثلاً کارل انکل
نے اپنی مشہور زبان تصنیف ”بیرو اینڈ بیرو و روپ“ میں حضور کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک
اقتباس ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں:

”مخفی مخفی بحث پر فائز ہونے سے قبل ہی اس سیاہ چشم روشن جہیں فراخ
حوالہ کریم انسخ، محفل پسند اور درود بھرے غلام ہا دیہ نہیں کے خیالات جاہلی سے
کوئوں دور ہے۔“

دوسرے لوگ سنی خالی تواناں باقیوں کو اپنا مسلک قرار دے کر اپنے دل کو
مطہن کر لیتے تھے مگر جو گی تیکن اس اندمازی باقیوں سے نہیں ہوتی تھی۔ وہ عرصہ
کائنات میں واقعی ایکیں کہ اتنا اور اس کا دماغ اسی نوعیت کے ہزاروں خیالات سے
بھر ارہتا تھا کہ میں کیا ہوں؟ یہ دیکا کیا ہے؟ زندگی اور اس کا مذاقا کیا ہے؟ موت کیا

کتا..... باہر کا اندر کا

صاحب! کیا آپ کو چہے ہے کہ اس وقت ہم کریں تہذیب کے طیارے میں سوار ہیں۔ اس طیارے میں صرف اٹھیلیا ہے بریک (Brake) فنیں لینڈنگ کے پہنچ جام ہو چکے ہیں۔

سچی جانتے ہیں کہ حادثہ ہوتے والا ہے۔ ابھی ہونے والا ہے یعنی کوئی مانا نہیں۔ کیسے مانے؟ مغربی تہذیب کے زیر اشاعت کا جون بڑھا چا رہا ہے۔ حرکت کے قص کی لے چھتی جا رہی ہے۔ آزادی کے جون نے سچی کھو دھندا دیا ہے۔ مغرب میں آج آزادی کا دور دورہ ہے۔ سیاسی آزادی نہیں آزادی پختی آزادی کا ایک طوفان چل رہا ہے۔ آزادی کا جون اتی دھول اڑا رہا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں پھر سے بندشوں کی قدر پیدا ہو گئے۔

ویسے تو مفکروں نے بہت پہلے بندشوں کی اہمیت کی بات کی تھی۔ ایک نے کہا تھا:

”جانتے ہو آزادی کیا ہے؟ تمہارے پڑوی کے کتے کے گلے کی زنجیر تمہاری آزادی ہے۔“

لیکن بات اپنے انداز سے کمی تھی کہ ہمارے دلوں میں شہادتی ہم پہنچ کے آزادی کے راستے کی رکاوٹ پڑھی کا کتا ہے۔ آزادی کا دشمن باہر ہے۔

خاتون آپ کو دے دیں تو گھر کے کام میں آپ کا ہاتھ بٹایا کرے۔ میرے کہنے پر وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں لیکن اس وقت ان کے گرد ساکلوں اور حاجت مندوں کی بیچرگی ہوئی تھی۔

فاطر طبیعت کی بڑی شرمیلی حصیں اس لیے وہ حضور سے بات نہ کر سکیں بات کیے بغیر لوٹ آ گئی۔

اگلے روز نبی کریمؐ خود ہمارے گھر آئے۔ بولے فاطر تجوہ کل میرے پاس آئی تھی کیا بات تھی۔

فاطر نے آپ کے سوال کا جواب نہ یا بلکہ شرما کسر جھکالیا۔ یہ کہ کرمی نے خود ان سے بات کی۔ میں نے کہا اے نبی کریمؐ فاطر دزروائی پکانے کے لیے بھی مفتی ہیں، جس کی وجہ سے ان کے ہاتھوں پر چھالے پڑے گئے ہیں اور روز نبی سے بھر کر پانی کا میکھیہ کرا رکی ہیں، جس کی وجہ سے ان کے جسم پر دانے لکل آئے ہیں۔ سارا دن وہ گھر کے کام میں بھی رہتی ہیں۔ میں نے یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ کے پاس جائیں اور آپ سے درخواست کریں کہ جو بھی قیمتی آئے ہیں ان میں سے ایک خاتون انہیں دے دی جائے تاکہ گھر کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹائے۔

یعنی کہ نبی کریمؐ ایک ساعت کے لیے خاموش رہے پھر فاطر سے بولے ”فاطر اللہ سے ذرائع تقویٰ کو پہنچاؤ جب تم سونے لگو تو 33 بار سجنان اللہ پر 33 بار الحمد اللہ پر 34 بار اللہ اکبر۔ تو کریم نسبت تقویٰ تہراہ بہتر مددگار بات ہو گا۔“

صاحب اہمے پا صرف قرآن ہی نہیں مددگاری ہیں جس طرح قرآن بے مثل کتاب ہے ویسے یہ مددگاری بے مثل انسان ہیں۔ قرآن الحکوم میں اللہ کے احکامات ہیں انہم عمل کی شکل میں اللہ کے احکامات ہیں۔

لے اپنے اندر کے کئے کی طرف توجہ نہ دی جس کے لگائی رنجیں باہر کے کئے کے
گئے رنجیں سے زیادہ اہم ہے۔

ہمارے مظہروں نے تو یہ کہہ دیا کہ انسان بچائی چانور ہے تکن انہوں نے
بات کی وضاحت نہیں کی۔ اگر انسان اپنی فطرت میں محلی ہے تو غیر ہے تو میں
بوجل کا محتاج ہے، تعلقات کا محتاج ہے، رشتہ کا محتاج ہے اور ”کے راستے کارے
ش باشد کہ بہشت“ کا معرض فلسط ہے کہ انسان کے لیے بندھن اتنے ہی ضروری ہیں
بتنی آزادی۔

فیصلی

مشربی تہذیب میں جو آج کل کریش تہذیب نہیں ہوتی ہے بیجا دی طور پر
بہت خوبیاں تھیں۔ طلب علم تھی سامنی تھی حقیقت کا شوق تھا۔ یہ دونوں اوصاف انہوں
نے مسلمانوں سے سکھے تھے۔ اہل مغرب میں سادگی تھی، غلوص قضاۓ سچائی تھی، پھر پڑ
ٹکنی کیا ہوا، وہ رکت کی زدیں آگئے۔ ایک گولے نے انہیں چاروں طرف سے گھیر
لیا۔ Who Cares! کا ایک سیری گرواؤنڈ (Merry Go Round) پڑا۔
بے عبابا آزادی کا جون پیارا ہوا۔ انہوں نے رفتار اور شدت کو اپالایا۔ بندھوں کی
عقلت کو نظر انداز کر دیا اور کریش کو اس تہذیب کا مقدار بنا دیا۔

اب بکھدار لوگ کھڑے دیکھ رہے ہیں کہ کب کب کی؟ اب کب کی کہ اب کی۔
خوف زدہ ہیں، لیکن کہی اسے کریش سے بچانیں سکتا۔ اس پے عبابا آزادی نے
یہ من سوسائٹی کے بیجا دی سائل (Cell) چلی کوڑ دیا۔

صاحب اشادی صرف جنپی اتعلق ہی نہیں، عام لوگ میاں یوہی کے اتعلق کو
Love Relationship کہتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی خوشی ہی ہے۔ دو اہل
شادی ایک درگاہ ہے، جہاں دو افراد ایک دوسرے کے ساتھی ہیں کہ جیسا کہتے ہیں۔

ایک دوسرے کی کمزوریوں پر سند بیگیوں ناپسندیدیگیوں ایک دوسرے کے وہیوں لعنتی
Irrational attitudes کو برداشت کرنا سمجھتے ہیں۔ ایک دوسرے کی طبیعتوں
میں داخل چانا سمجھتے ہیں۔ اختلاف رائے کو برداشت کرنا سمجھتے ہیں، رواہ اور اسی سمجھتے
ہیں۔ ایک دوسرے کو خوش رکھنا سمجھتے ہیں اور پھر جب کچھ کوہ جاتے ہیں تو ان کے
لئے اپنی رفتار بانی کافی ہے جیسا کہ کہا کرنا سمجھتے ہیں۔ اپنی خصیت کو لو کیلے چھپتے لوگوں کو کوں
کرنا سمجھتے ہیں۔

پروفیسر احمد رفیق اختر

اس بات پر مجھے پروفیسر احمد رفیق اختر یاد آگئے جن کا مقصد حیات ہی
ہارشی پیدا کرنا ہے تو کیونکے گوں کرنے ہے۔ گزشتہ ایک برس میں مجھے چہار ایک
بڑے گوں سے ملے کا اتفاق ہوا ہے۔ پروفیسر احمد رفیق اختر سے میں بہت متاثر ہوا
ہوں۔ دو دفعہ انسان کی طرح ہیجتے ہیں۔ نہ لباس میں خصوصیت نہ ٹکل و ڈباہت میں
شاندار میں نہ برتاؤ میں۔

دن چہپ دستار نہ گیسوںہ ازگی۔ لیکن شیوہ ہیں۔ چہرے پر مصوٹی و دھارنیں۔
صرف بات اور انسانیت ہے۔ بات میں ”اہم“ نہیں۔ گلے میں ”اہم“ نہیں۔ انداز
میں اچلا پن نہیں۔ دوسرے کو میلنا ہونے کا احساس نہیں۔ کشف نہیں چلاتے۔
فراست ہے لیکن جاتے نہیں۔ اختلاف رائے کو کامیاب نہیں برداشت کرتے ہیں۔
طیبیت میں بڑا ”حس آف یور“ ہے۔ صاف گلائے کے اور اورا (Aurora) و پیکنے
کی حس موجود ہیں لیکن ظاہر ہونے نہیں دیتے۔ خود نہیں نہیں کرتے۔ دو یونیٹیں
کرتے۔ جو یونیٹی نہیں کرتے۔ بیت کی دعوت نہیں دیتے۔ مسئلہ مسائل
نہیں چھانٹتے۔ قادر یہ سلطے کے مٹاہیں کو استاد مانتے ہیں لیکن جو تصور پر موٹ
کرتے ہیں وہ انہوں نے خود قرآن سے اخذ کیا ہے۔ لوگوں کو پڑھنے کے لیے

بے آسان بات ہے کہ یہی کوئی بات کے جواب میں کہا جائی۔“

صاحب اس روز سے میں جنت میں رہتا ہوں۔

پہلے ایک عظیم درسگاه ہے لیکن اہل مغرب نے آزادی کے جنون میں فلکی کی اہمیت کو قائم شرکھا۔ تب یہ ہوا کہ یہ لعلی ہمیں عام ہوئی کہ شادی بہت کارشنہ ہے، شادی کے بعد چھرور و تو محبت کی شوگر کو تھا قائم رعنی ہر یا دوسرے کے کوئے پیچھے لگے تو قانون نے طلاق آسان کر دی۔ تب یہ ہوا کہ پہلے خاوند سے دو پیچھے ہوئے دوسرے سے ایک بیٹی اور تیرے سے دو بیٹے۔ ان پانچ بچوں کو گرفتاری ہے۔ ماں باپ نصیب نہ ہوئے۔ اُنہیں دو محبت نصیب نہ ہوئی جو پیچے کی پروش کے لیے ضروری ہے۔ طبعاً وہ اکھڑے اکھڑے رہے۔ رشتہ کے مضموم سے ہادافت Self Owned Un سیاف سترہ میں کوئی آزادی خود کی کہ مزراوف ہے۔ وہ یہ ڈوبوئی۔ اہل مغرب کو احساس نہ ہوا کہ یہی آزادی خود کی کہ مزراوف ہے۔ وہ اسے Emancipation سمجھتے ہیں۔

حباب بے حبابی

صاحب اپنی اخلاقی یادوں کی مسئلہ ہیں۔ یہ یادوں کا مسئلہ ہے۔

میرے دور میں اُزکی بیویوں پوبارے کی کھڑکی میں نظر آیا کرتی تھی۔ وہ بھی کھلے منہ نہیں ہیں کہ کچھ پیدا کرنا۔ وہ حاتمی الگباں ہیں کہ کوئے پر نظر آئیں اور حق کی نہیں کے پیچے ایک چاندیہ دھا۔ صاحب ایک بہمی مکار است وہ تو کافی کافی تھیں۔ حق ہی تو دل بنتے تھے۔ حیر کیوں ابھی تھی۔

بر قی میں لپی ہوئی عمرت بزاریں نظر آتی تو ہوا کے جھوٹے سے قاب کا ایک پلازا تھا۔ یقچکا باری خسار افکر آتا تو حیر کیوں بیا ہوئی تھی۔

اگر حیر کیوں بیا ہو تو ملاپ نہیں ہو سکتا۔ اگر یہی میں اپنے Preparation

اسماہ دیجئے ہیں۔

بھی بھی دیجئے۔

میں نے کہا ”پروفیسر صاحب ایک علم نہ کرو۔ میں تو اللہ کا ایک اولیٰ مشی ہوں۔ عبادت میرا کام نہیں۔ سیانے کہتے ہیں جس کا کام اسی کو سمجھے۔“

کہنے لگے ”پروفوری ہے تمن ماکے لیے پر جو۔“

میں نے کہا ”تمن ماکے بعد کیا ہو گا؟“

وہ سکردار یے۔

میں نے تمن ماکے تھی چالائی۔ میرا خیال تھا تمن ماک بعد میرے دامیں ہاتھ سے آواز آئے گی ”بول میرے آقا! میرے لیے کیا ہم ہے۔ میں تیرے لیے کیا کر سکتا ہوں۔“ تین کوئی آواز تھی آتی۔

پروفور کا کہنا ہے اسلام تو ازان کا نام ہے۔ اپنے اندر ہماری بیدا کرنے کا نام ہے۔ شلاگ ہوئے لگا تو۔

حمور نے فرمایا تھا: ”لوگوں احمد میں رہو۔ حدیں نہ توڑو۔“

میں نے بھا ”پروفیسر آپ کا خفیل کیا ہے؟“

پہلے ”خیل نکسی کرتا رہتا ہوں۔ وہ کوئے جو دوسروں کو چھتے ہیں اُنہیں گول کرتا رہتا ہوں۔“

میاں بیوی کا بھی میکی مسئلہ ہے۔ چھتے کونے گول کرتے رہو تو Domestic Happiness حاصل ہوتی ہے۔

صاحب Domestic Happiness سے بڑھ کر کوئی نہیں۔

ایک دن میرے بیانے مجھ سے پوچھا ”مفت دنیا میں جنت حاصل کرنا چاہیے ہو۔“

میں نے کہا ”بالکل چاہتا ہوں۔ آگے ملنے ملے یہاں مل جائے۔“

نمایش کر رہی ہیں۔ انہیں علم نہیں کہ تگلی عورت ایک عام مظہر ہے، چاہئے اس قدر عام مظہر کہ وہ مرد میں تحریک بیوی نہیں کرتا۔ تب پیدا ہے کہ مرد خواتین کے لیے ناکارہ ہوتا چاہ رہا ہے۔ عورت کی پا آڑی کم ہوتی چاہ رہی ہے۔

مرد بھی شاہزادہ کو چھوڑ کر گپ ڈیٹیں میں بھی اسکیں خلاش کر رہا ہے۔ گورے خوف زدہ ہیں کہ صورت حال ایسے ہی رہی تو دوسروں پردارہ سال میں یورپ اور امریکہ میں کالے لے کا لے لفڑا کیں گے۔

افسری ہاک بات یہ ہے کہ ایمیٹ نے بھی بے راہ روی کو قانونی تحفظ دے دیا ہے۔ اب ہاں مرد مرد سے شادی کر رہا ہے اور عورت عورت سے۔

ہاں تو مغربی تہذیب ایک کریٹیشن تہذیب ہے۔ اس طیارے میں صرف ایک سلیمان ہے نریک نہیں اور لینڈنگ کے پیسے جام ہو چکے ہیں۔

بھیجی جاتے ہیں کہ حادثہ ہونے والا ہے، ابھی ابھی ہو گیا لکن کوئی ماننا نہیں۔ کیسے مانے؟ شدت کا جون بڑھتا چاہ رہا ہے۔ حرکت کے رقص کی لے چھتی چاہ رہی ہے۔ چھتی لے کو صرف وجہان ہذب کر سکتا ہے۔ الٰہ مغرب وجہان سے محروم ہیں اس لیے چھتی لے ستر ہائیکار رہی ہے۔ صاحبو یہ مغربی تہذیب جس سے ہم اس قدر مرعوب ہیں اُنھی پر صرف دو ہماری سو سال تک حکران رہی ہے۔ اس کے رکھ مسلمانوں کی تہذیب سات سو سال حکران رہی۔ اسلامی تہذیب کر بیش تہذیب نہیں تھی۔ اس میں بے خابا آزادی نہیں تھی۔ آزادی تو تھی ساتھ بندھن کی تھے۔ اس میں تو ازان تھا۔

نزوں فرقہ آن

قرآن کا نزوں ایک بہت اہم واقعہ تھا۔ قرآن سے پہلے کسی نہیں کتاب

لکھ کر تھے ہیں۔ پر یہ یعنی ذمہ داری مرد پر ہایدہ ہوتی ہے۔ پرانے زمانے میں بڑے بوڑھے ملے ہیں۔ انہوں نے سوچا مرد پر جو یہ ذمہ داری آپزی ہے اسے نجاحاً پڑے گا۔ مرد میں تحریک بیدا کرنے کا آسان اور سیکھی طریقہ یہ ہے کہ عورت اور مرد کو اگلے اگلے کرو۔ پھر مشرق اور غرب دوں کے بیووں نے کیا تھا۔ مشرق والوں نے نقاب عائد کر دیا۔ مغرب والوں نے فاطمے پر اکتفا کیا۔

صا جو 1921ء میں جب میں فرشت ایمیٹ میں داخل ہیئے کے لیے لاہور آیا تو دیکھا کہ انارکلی میں کوئی عورت نظر نہیں آئی تھی۔ عورت کو دیکھنے کے لیے ذمہ دار ادا پڑتا تھا۔ سالم عورت دہاں بھی نظر نہیں آئی تھی۔ کبھی رخاں، کبھی تو جو طلب کالی آئکھیں۔ ان دونوں عشق اور محبت کھڑکیوں کھڑکوں اور چھوٹوں کی محتاج تھیں۔

اشفاق احمد اعلیٰ میں پروفیسری اور راؤ کا ستگ سے فارغ ہو کر لاہور آیا۔ یہ پاکستان کے قیام کے بعد کی بات ہے۔ اس نے مجھے بتایا:

”میں پھٹکی کے دن سیر پانے کے لیے شہر سے باہر کل جیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ شہر سے دن بیکل دور ایک گاؤں میں رکا تو گاؤں کی مومنی میوں نے مجھے گھر لیا۔ پا پھٹکیں کیا تو شہر میں رہتا ہے؟ میں نے کہا ”با ابلک۔“ کبھی لکھیں ہم نے سا ہے کہ شہر کی لاکیوں نے پا جائے اور پچھلے ہیں اور وہ تگلی ہاگلوں سے گھومی بھرتی ہیں کیا یہ ہے۔ میں نے کہا یہ ہے۔ وہ جست سے چالا کیں انہیں شرم نہیں آئی۔ اتنی بے جائی تو پوچھا پوچھا۔“

برہنگی

پورپ امریکہ کی یہ بے جا بی جا حال ہی کی بیداوار ہے۔ خاتم سنبھر کے ۲ کنارے تگلی پڑی رہتی ہیں۔ بازاروں میں گھومتی پھرتی ہیں۔ وہ بھکھی ہیں کہ اپنی

نے عمل و خروار علم و تحقیق کو اتنا بلند مرتبہ رکھا تھا۔ بلکہ عام طور پر سمجھا جاتا تھا کہ مذہب اور علم دونوں میں بینزیر ہیں۔ قرآن کا روایتی جیسے اگیر تھا۔ وہ علم و حکمت کا خزانہ ہی تھا بلکہ سائنسی علوم کا سارپڑھ بھی تھا۔

قرآن نے عمل و خروار علم و تحقیق کی ایک اضاعت پیدا کر دی۔ جگہ جگہ علمی درسگاہیں بن گئیں۔ جو نور مسلمانوں میں جو باریں آگئیں تو زیادہ دنیا فتح کر دی۔ صدی کے اندر یہ اندر علم و عمل کے متوالوں نے آگئی سے زیادہ دنیا فتح کر دی۔ انہوں نے قیصر و کسری بھی پر ہبیت سلطنتوں کو زیادہ بگول کردا۔ الا اوساری دنیا میں علم و فکر کا ماحول پیدا کر دیا۔ اس علم و فکر کے ماحول کے زیر اثر میکلوں عرب مفکر پیدا ہو گئے۔ انہوں نے مختلف علوم میں تحقیق کا کام شروع کر دیا۔ تجھے یہ ہوا کہ بہت سی ایجادات عمل میں آئیں۔ شاخ قمر ہماری بیرونی پذیر و مل والی گھری۔ قطب نما۔

ظاہر ہے جہاں ایجادات ہوں گی وہاں پر دو کوشش بھی ہو گی۔ کارخانے و جود میں آئیں گے۔ ان دنوں بفراہمیں دہرا دہرا کارخانے میں تین قرآن نے علم حاصل کرنے کا دوق پیدا کیا۔ تحقیق کی جانب مال کیا۔ سائنسی پروگرام اور انسٹریمنٹ ریڈیو لیوٹھن کی ایجاد کی۔

صارخاً ایک بات کہوں۔ حقیقت ہے۔ ناقابل قبول لکھن گئی ہے۔ وہ یہ کہ آپ میں ہم سب میں سے کسی نے قرآن کی عظمت کو نہیں سمجھا۔ ہم مجھے یہیں کہ قرآن ایک مذہبی کتاب ہے، اس لیے لائق صدارت ہے۔ ہم قرآن پڑھتے ہیں تو صرف ثواب کرنے کے لیے۔ علاوے دین قرآن پڑھتے ہیں تو وہ دینی موهہ فیاض پیدا کرنے کے لیے اپنے خیالات کو تقویت دینے کے لیے اور عوام کو اللہ کے غیر و فضل سے روانے کے لیے۔ جنہیں قرآن حفظ ہے وہ صرف افلاط سے واقف ہیں۔ اہل قرات صرف حسن قرات کا خیال رکھتے ہیں۔

علم و تحقیق

قرآن کے پیغام اور حضور اعلیٰ کے کردار کے زیر اثر صحرائیں عربوں کی زندگی ہی بدلتی ہی۔ قرآن کی رہنمائی میں عرب رہشمگی میں آگے گئے اور ارض صدی کے اندر یہ اندر علم و عمل کے متوالوں نے آگئی سے زیادہ دنیا فتح کر دی۔

انہوں نے قیصر و کسری بھی پر ہبیت سلطنتوں کو زیادہ بگول کردا۔ الا اوساری دنیا میں علم و فکر کا ماحول پیدا کر دیا۔ اس علم و فکر کے ماحول کے زیر اثر میکلوں عرب مفکر پیدا ہو گئے۔ انہوں نے مختلف علوم میں تحقیق کا کام شروع کر دیا۔ تجھے یہ ہوا کہ بہت سی ایجادات عمل میں آئیں۔ شاخ قمر ہماری بیرونی پذیر و مل والی گھری۔ قطب نما۔

ظاہر ہے جہاں ایجادات ہوں گی وہاں پر دو کوشش بھی ہو گی۔ کارخانے و جود میں آئیں گے۔ ان دنوں بفراہمیں دہرا دہرا کارخانے میں تین قرآن نے علم حاصل کرنے کا دوق پیدا کیا۔ تحقیق کی جانب مال کیا۔ سائنسی پروگرام اور انسٹریمنٹ ریڈیو لیوٹھن کی ایجاد کی۔

صارخاً ایک بات کہوں۔ حقیقت ہے۔ ناقابل قبول لکھن گئی ہے۔ وہ یہ کہ آپ میں ہم سب میں سے کسی نے قرآن کی عظمت کو نہیں سمجھا۔ ہم مجھے یہیں کہ قرآن ایک مذہبی کتاب ہے، اس لیے لائق صدارت ہے۔ ہم قرآن پڑھتے ہیں تو صرف ثواب کرنے کے لیے۔ علاوے دین قرآن پڑھتے ہیں تو وہ دینی موهہ فیاض پیدا کرنے کے لیے اپنے خیالات کو تقویت دینے کے لیے اور عوام کو اللہ کے غیر و فضل سے روانے کے لیے۔ جنہیں قرآن حفظ ہے وہ صرف افلاط سے واقف ہیں۔ اہل قرات صرف حسن قرات کا خیال رکھتے ہیں۔

مختصر

اسلام تو ان کا نہ ہب ہے جو مظاہر فطرت پر غور و خوض کے عادی ہیں۔
وہ تو غور و فکر سے بہرہ لوگ ہیں جنہیں بات منوانے کے لیے مختصر کا سہارا
لینا پڑتا ہے۔

ٹالشائی روں کا ایک مظہر تھا۔ سفر کے دوران اسے ایک پادری طا۔ پادری
اس کے پاس بیٹا اور حسب معمول یہ سایت کی علیقت پر ہاتھی کرنے لگا۔ ٹالشائی
اس کی ہاتھی سخنراہ۔ آخر میں پادری نے کہا: "یہ سایت واحد نہ ہب ہے جو ذات
باری تعالیٰ کے ثبوت میں ایک مختصر و قیچی کرتا ہے۔"
"(و) کون سا مختصر؟" ٹالشائی نے پوچھا۔

پادری بولا: "یہ مختصر کہ حضرت سعید الحنفی پاپ کے پیوں اہوئے۔"
ٹالشائی نے جواب دیا: "مخترم پادری صاحب! میں اس لیے خدا کے وجود کا
کل نہیں ہوا کر سچے انہیں پاپ کے پیوں اہوئے تھے۔ میں تو پیدائش کے مصلح مختصر
پر حضرت زدہ ہوں کہ میاں یوی کے ملاپ سے وحیتھی سے مادے آپس میں میں جاتے
ہیں جو ایک پیچے کی پیدائش کا باعث ہن جاتے ہیں۔ کیا عام پیدائش ایک حیران کن
مختصر نہیں۔"

ان کا کناتی موضوعات کے علاوہ بھی قرآن میں زندگی علم پر آیات ہیں۔
خدا ان کے موضوعوں ہیں:

- (1) پرندوں کی پیدائش کی حکمتون کا بیان۔
- (2) چیزوں کی پیدائش کی حکمتون کا بیان۔
- (3) شہر کی بھیوں کی پیدائش کی حکمتون کا بیان۔
- (4) چیلی کی پیدائش کی حکمتون کا بیان۔

قرآن اور سائنسی علوم

قرآن سے متعلق شماریات میج کرنے والوں کا کہنا ہے:

(1) قرآن میں اللہ کے حقوق سے متعلق 193 آیات ہیں۔

(2) پرندوں کے حقوق سے متعلق 673 آیات ہیں۔

(3) کائنات سے متعلق سائنسی علوم پر 750 آیات ہیں۔

ان آیات میں مندرجہ ذیل موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے:

(1) آسمان اور زمین کی پیدائش پر غور و فکر کا بیان۔

(2) آفتاب کی پیدائش کی حکمتون پر غور و فکر کا بیان۔

(3) چاند کی پیدائش کی حکمتون کا بیان۔

(4) زمین کی پیدائش کی حکمتون کا بیان۔

(5) سمندر کی پیدائش کی حکمتون کا بیان۔

(6) پانی کی پیدائش کی حکمتون کا بیان۔

(7) ہوا کی پیدائش کی حکمتون کا بیان۔

(8) آگ کی پیدائش کی حکمتون کا بیان۔

(9) انسان کی پیدائش کی حکمتون کا بیان۔

(5) باتات کی پیدائش کی حکوم کا بیان۔

قرآن کا نواں حصہ سائنسی علوم کے بارے میں ہے۔ یہ تاریخی بدھتی ہے کہ تم نے قرآن کے ان حصول کو کسی اہمیت نہیں دی جو عقل و دلنش اور سائنسی علوم کے تعلق ہیں۔ ہمارے علماء دین نے اپنے تخلیقوں میں کسی ان امور کا ذکر نہیں کیا۔ وہ بھی صحیح ہیں کہ بنکوہ خود ان علوم سے اقتیابت نہیں رکھتے۔ وہ تکھیں ہیں کہ دین کا علم کافی ہے۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا دین علم ہے۔ پیانے کئے ہیں کہ دین تو ایک شاہدیحات ہے جسے مغل سے اتعلق ہے۔ ایمان سے تعلق ہے۔ علم سے نہیں۔

وین، علم

چونکہ قرآن نے علم کو فضیلت کا مقام دیا ہے اس لیے مذہب کے اچارہ داروں نے مشہور کر رکھا ہے کہ علم سے قرآن کی مراد علم دین ہے۔ علم دین یہی اچارہ ہے باقی علوم تو انسان کو فرم کا درس دیتے ہیں۔ اپنی ولائی اہمیت کو ہاتھ کرنے کے لیے انسان کو کیا کیا جیل کرنے پڑتے ہیں!

قرآن کی عظمت کا احساس صرف ان لوگوں کو ہے جو سائنسی علوم سے واقف ہیں۔

غلافیے راشدین کے دور میں جتنے بھی مسلمان سائنس دان پیدا ہوئے وہ سب قرآن کے مرہون مت تھے۔ ان کی تلقینات میں جگہ جگہ قرآن کے حوالے ملے ہیں۔

مفری سائنس دان

مفری سائنس دان قرآنی علوم سے بے بہرہ ہیں اس لیے ان کی تحقیق

آوارہ ہے۔ دیسے بھی قرآن کہتا ہے لوگوں موزع فطرت پر غور کرو انہیں سمجھو یعنی خبردار ہمارے حوالے کے بغیر بھیت کی کوشش نہ کرنا بیک جاؤ گے زرست نہیں ملے گا۔ کسی بھی نہ پاگے۔

مفری سائنس دان محنت خلوص اور ذوق کے باوجود آج تک کہیں بھیت نہیں پائے اس لیے کہ انہوں نے خالق کے حوالے کے بغیر بھائی کی علاش کی ہے۔ وہ بھیت ہیں کہ یہاں کی کتابات ایک انویں میرم ہے جو حادثی کی وجہ سے موجود میں آئی ہے۔ جس کی ابتداء ہے دنیا پاگ ہے نہ قصداور نہ مزمل۔

اصحاب اہم قرآن پڑھتے ہیں نہیں۔ عقل و دلنش کی بات آجائے تو اسے کافی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ ثواب اور عذاب کی بات آجائے تو ایمیشن ہو جائے ہیں۔ بڑے انہاں کے پڑھتے ہیں۔ اس زندگی کی بات آجائے تو اسے جلد مفترض کر جوڑ دیتے ہیں۔ آنے والی زندگی کی بات آجائے تو تو چ مرکوز کر دیتے ہیں۔

- تواب کما

ہمارے رہبروں نے ہمیں کہنا یہاں Condition کر دیا ہے کہ یہ زندگی کافی ہے ہو وہ ہے بکواس ہے سراب ہے۔ اصلی زندگی وہ ہے جو آنے والی ہے حالانکہ حقیقت اس کے بر عکس ہے۔ آنے والی زندگی تو جزا اس ہے۔ وہ ایک پھول ہے جو موجودہ زندگی کے پولے پر لگتا ہے۔ قائم تر اہمیت تو موجودہ زندگی کی ہے۔ ہمارے رہبروں نے اسلام کو تجارت نہ رکھا ہے۔ یہاں ایک نماز پڑھو وہاں 70 نمازوں کا تواب ہے۔ گا۔ یہاں بھوکے کو ایک روٹی کھلاؤ وہاں اس کے عوض وہاں روٹیاں ملیں گی۔ مولوی صاحب اپنے طبقے میں اس سکے پر روشنی ڈال رہے تھے۔ انہوں نے اس حوالے سے ایک قصہ سنایا۔

چالیس نمازیں

میں نے 1968ء میں حج کیا تھا۔ فریض حج ادا کرنے کے بعد ہم مدینہ منورہ میں قائم تھے۔ سافر خانے میں چنایاں کا ستائیں ہارے ساتھ رہ جتے تھے۔ ان کا رینہ آپس میں بھر لگا رہتا تھا۔ ایک کھانا چاہا جائے مدینہ منورہ میں ہم

بزرگ نے پوچھتی ہیں؟

جواب آیا کہ جناب دک روئیاں ہیں۔

بزرگ بولے: ”لیکھ ہے لے آؤ یہ ہماری ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ

ایک روٹی خیرات کرو گے تو اس کے عوض دل میں لیتی گی۔“

رچوال

ہمارے رہبروں نے نمازوں کی ایک رچوال (Ritual) بنا دی ہے۔ ہم نماز اس لیے نہیں پڑھتے کہ اللہ کا حکم بجا لارہے ہیں اس لیے بھی نہیں کہ اللہ کے حضور حاضری دے رہے ہیں یا اللہ سے تعلق پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمارے رہبروں نے ہمیں کہنے لیش کر دیا ہے کہ ہماری سوچ ٹوپ اور گناہ تک مدد و رہے۔ ہم نمازوں کا حاصل کرنے کے لیے پڑھتے ہیں۔ ہمارے رہبر میں ویجن پر آ کر ہمیں تاتے ہیں کہ نماز بہشت کی کنگی ہے۔

کہنے لگے: ”ایک روز مسجد میں ایک بزرگ مہماں آگئے۔ اس وقت دستِ خوان میں صرف دور و نیاں تھیں جو ہم نے پیش کر دیں۔ کھانے لگے تو دروازہ بھاڑ۔ جبڑ کے باہر ایک بھوکا سارِ حکما تھا۔ بزرگ نے ایک روٹی اسے دی دی اور درخوان پہنچ کر ایک طرف رکھ دیا۔ پکوڑی کے بعد دروازہ بھاڑ ہم نے پوچھا کہ کیا ہے بھی۔ آواز آئی: ”جناب فرم کی روئیاں لا یا ہوں۔“ بزرگ نے پوچھا: ”لئی ہیں؟“ آواز آئی کہ جناب پھر دروئیاں ہیں۔

بزرگ نے کہا: ”لیں جھائی پیدوئیاں ہماری نہیں لے جاؤ۔“ پکوڑی کے بعد پھر دروازہ بھاڑ اور آواز آئی: ”جناب چوہدری صاحب نے پانچ روئیاں لی گئی ہیں۔“

بزرگ نے کہا: ”لیں میاں یہ ہماری نہیں کسی حاجت مند کو دے دو۔“ پکوڑی کے بعد پھر دروازہ بھاڑ اور آواز آئی کہ جناب شادی والے گھرنے روئیاں لی گئی ہیں۔

بزرگ نے پوچھا تھی ہیں؟

جواب آیا کہ جناب دک روئیاں ہیں۔

بزرگ بولے: ”لیکھ ہے لے آؤ یہ ہماری ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ

نے 36 نمازیں پڑھی ہیں۔ دوسرا کھانا تمہاری کنگی تھیں نہیں ہم نے صرف 34 نمازیں پڑھی ہیں۔ چھ نمازیں پڑھنی باتی ہیں۔ پتھریں کیوں لیکن یہ خیال عام ہے کہ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران چالیس نمازیں پڑھنا ضروری ہے۔ اس لیے زائرین نمازوں کا حساب رکھتے ہیں۔ ابتدائی ایام میں تو مدینہ منورہ میں حاضری کا پذیر اُنہیں سورہ رکھتا ہے۔ گر پتھری کی خواہش ابھرتی ہے۔ جی چاہتا ہے اُز کر گر جا پہنچیں۔ مدینہ منورہ میں حاضری کا احساس مدھم پڑھتا ہے۔ واپسی میں حاصل ہو جا لیس نمازیں ہوتی ہیں جنہیں پڑھنے بغیر حیا عمرہ کا ٹوپ اُنہیں ہوتا ہے۔ اس لیے تمام ترقی نمازوں پر مرکوز ہو جاتی ہے۔ زائرین بھول جاتے ہیں کہ وہ کہاں پڑھتے ہیں کہن کی غدت میں حاضری دے رہے ہیں کہن کے قدموں میں پڑھنے کا انہیں اعزاز حاصل ہے۔

وہ چاہتے ہیں کہ جلد فرائض سے فارغ ہوں۔ گھر پتھریں اور جا کر اپنے عزیز دوں کو تھاں کیں کہ اس مقدس مقام سے واپس آنے کوئی نہیں چاہتا تھا۔ جی چاہتا تھا کہ سر زبانی کو پکڑ کر پڑھنے ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ نماز قائم کرلو۔ باقی سب باتیں از خود تھیک ہو جائیں گی۔ کروار سنور
جائے گا۔ اخلاق بہتر ہو جائے گا۔ محاذات تھیک ہو جائیں گے۔ لیکن دین درست
ہو جائے گا۔ مطلب یہ کہ مسجد کو مرکز مان لو تو سب تھیک ہو جائے گا کیونکہ اس میں وہ
خورد بجا ہاں برآ جمان ہیں۔

-----O-----

خطوط

24/12

پہلے ڈاکٹر خالد۔ احمد علیم

یہ تباہیں ہماری کس کس نسبت مانگئے
اکابر ویں۔ ہماری کم فوازیاں اُنی زیادہ ہیں
کہ یہ بوجھ تسلی دیا جاویں۔

سے بیٹے ہمارے والوں نے ہمارے
احسان لیا۔ ہری محبت سے بھی یوں ملنے شکایا
ہر ہمارے بڑے جانے کو سب ایتھر کی
چرم نے قصر کر دی۔ ہر ہم مفت کتابیں مفت
میرے مقامیوں کو اپنے پرچے میں مگدری اور ہری
محبت سے مجھے الگ مقام ہوس رہا کیا۔

ہی ہماری کس کس بات مانگئے ہماروں
الدعیع عیشوں رکھے ہمارے

پیارے شالدھ سعید

۱۶۰۴) ابھی بھائی افضل ملا۔

میں نے فیصلہ تحریر چوڑا تھا۔ اگر تم سکے مینے کیلئے تابع ہے تو یہ ما فضیل ہے۔

اگر ان کا حکم دن بینہ وہ نوچر کو ہے تو جلسہ بینہ نوچر (۲) و میں
تم نے بھی ہے لی اسے کے دو قلم چھینیں۔ اسکی مورثت خان
ہی PIA ہے سفری کرنا۔ محمد سے سیریاں پہنچنے والی
کوچی کراچیاں مکمل ہے۔ بہر حال اگر تم جاتہ ہو تو یہ PIA سے
آجلاں گا۔ دوسرا کلمہ نایب ہے۔ وہ میں تھی مالیں چھین گوں گا
پہنچاں یاں ہر دن خیر مل آ رہا ہے اسکے باعث چھین گوں گا۔

کلمہ تحریر میں رسمی ایشی مینے کر کتنا، سطے اگر اسی سکھنی ہو تو
کسی ایک سے کچھ کو کھلائی جائے جو ۴۰۰ دلاری۔

میرے مخفون کی ملکیت یہ یہم فیرے بیٹھل مالی ہی ہے وہ مخفون
کیا مذاق ہوں۔ ذریعہ کہ مخفون طبلہ ہو جاتے گا۔ تم پھر اسے
مقدور کر کر دے۔

مکنگ کر رہنے کے بعد میں عین المکان میں گا۔ تاکہ منہ
تلی ہو جاتے ایر پورٹ پر مجھے تم نے رسیکرنا اور اسٹان
کے گھر بخانا گا۔ ہر اسٹان کے گھر میں گاہ اور دل پیچے اسٹان
کے گھر بخانا گا۔ ہر اسٹان کے گھر میں گاہ اور دل پیچے اسٹان
میں جسے وہ بھے اعزاز بخاتا ہے یہ عبارت کامن نوازی ہے
۱۔ س خدا کی وصولی کی خبر دینا۔

۰

حسب وحدہ متفقی صاحب کا مقابلہ قبر وقت وصول ہو گیا جو اس کتاب میں شامل ہے۔ مکن وہ
تریبیں خود شرکت نہ فرمائے اور ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۵ کو اپنے ماتوں کو سوگوار چھوڑ کر اپنے
نانی تحقیقی سے جاتے۔ انا اللہ و انا الہ را جھون

مؤلف کی دیگر کتب

مرد جنگل شناس

یادوں کی بستی

جهانِ حیرت

کپے کپے لوگ